© rasailojaraid.com

پروفیسر غلام نبی عارف

استاذ عرب و عجم: عبد العزیز میمنی

لغتِ عرب کے شہرۂ آفاق محقّق و ادیب عبد العزیز سلفی اثری جو ۲۷ ، اکتوبر ۱۹۷۸ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے ، نصف صدی سے زیادہ عرصے تک عربی ادب و لغت کی خدمت میں مشغول رہے ۔ انہوں نے تدریس و تصنیف اور تحقیق و تدقیق کے میدان میں بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیے ۔ ان کی تالیفات عربی ادب و لغت میں فیصلہ کن حیثیت کی حامل ہیں ۔ طلبا کی بہت بڑی جماعت ان کے علوم سے فیض یاب ہوئی ۔ اس طرح انہوں نے حال و مستقبل کی نسلوں کیلئے خوش گوار یادیں چھوڑیں ۔ وہ پچاس برس سے زیادہ مدت تک دمشق کے " المجمع العربی " کے مستقل ممبر اور اس مجلہ کے مقالہ نگار رہے ۔ اِن کی عربی ادب میں تحقیقات پر اکثر کتابیں اِس علمی و ادبی مجلہ میں قسط وار شائع ہوتی رہیں ۔ ان کا کچھ تحقیقی کام مجلہ " اللغة العربیة " قاہرہ اور مجلہ " الزہراء " میں بھی شائع ہوا ، اس لیے کہ علامہ عبد العزیز میمنی " مجمع اللغة العربیة " قاہرہ کے بھی رکن اور اس کے مجلہ کے مقالہ نگار تھے ۔ نوّے سال عمر پائی اور پوری زندگی عربی ادب کی خدمت کے لیے وقف رکھی ۔ ان کے سوانحِ حیات اور آثارِ زندگی کے بارے میں ڈاکٹر شاکر الفحام نے ایک تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا ہے جو مجلہ " المجمع العلمی العربی " دمشق کے شمارہ جنوری ۱۹۷۹ء میں اشاعت پذیر ہوا ہے ۔ اس کی ترجمانی اور تحقیق قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے تاکہ دنیائے ادب کی اس محیّر العقول شخصیت کے علمی و ادبی کارہائے نمایاں کا تعارف ہوسکے ۔ ڈاکٹر شاکر الفحام خود بھی ایک بلند پایہ ادیب اور محقق ہیں ۔ وہ مجمع العلمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

العربی " دمشق کے مستقل رکن اور اس کے مجلّہ کے مقالہ نگار ہیں ۔ اس مجلّہ کی یہ روایت چلی آرہی ہے کہ اپنے مرحوم مقالہ نگاروں کے حالاتِ زندگی اور اُن کے علمی و ادبی کارناموں کے بارے میں پوری تحقیق سے تفصیلی مضامین شائع کرتا ہے ۔

علامہ عبد العزیز میمنی راجکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اُن جیّد علما میں سے تھے ، جن کو عربی ادب و علم میں بے پناہ دسترس حاصل تھی ۔ عربی ادب سے محبت اور لگن ان کی روح پر غالب آچکی تھی اور اُن کے دل کی گہرائیوں میں گھر کر چکی تھی ۔ انہوں نے جنون سے بھی بڑھ کر عبادت کی حد تک لغتِ عرب سے عشق اور وارفتگی کا مظاہرہ کیا ۔ وہ اس کے دلدادہ اور اس کے رموز و اسرار کے روشن دماغ ماہر تھے ۔ انہوں نے تمام زندگی عربی کے لیے وقف کیے رکھی اور اس کی خدمت کرتے ہوئے راہئ عالم بقا ہوئے ۔ اسی کے پہلو میں وہ سکون و راحت پاتے تھے ، اس لیے کہ انہوں نے اُسا کے سحر و اعجاز کا صحیح ذوق پایا تھا ۔ وہ اس کی پہنائیوں میں غوطہ زن ہو کر حظِ وافر پاتے ۔ عربی ادب کے علما ، شعرا ، اور ادبا کے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے ۔ پوری زندگی عربی ادب کے مطالعے میں گزار دی ۔ اس کی نشر و اشاعت اور تحقیق و تفحص میں ہمہ وقت کوشاں اور سرگرم رہے ۔ وہ حن طلبہ میں طلبِ علم کی سچی تڑپ پاتے ، ان کی علمی و ادبی ذخائر و معادن کی طرف رہنمائی کرتے ۔ علم و ادب سے تہی دامن مدّعیانِ عربیت کو کھری کھری سناتے ۔ ان کی سطحی اور بے مغز عربی تحریروں میں اغلاط کی نشان دہی کرتے اور انھیں توجہ دلاتے کہ وہ حصولِ علم کی صحیح راہ اپنائیں ۔ انہوں نے عرب و عجم کے کسی ایسے ادیب کو کبھی معاف نہ کیا ۔ شہرت و ناموری کے بھوکے ادیب اِن کے قلم کی ضرب سے لرزاں رہتے تھے ۔ عربی ادب کی خاطر جو انہوں نے محنت و مشقت اٹھائی یہ انہی کا حصّہ تھا ۔ اس ذوق و شوق میں کبھی سُست روی نہ آنے دی ۔ عربیت سے عشق و محبت اور وارفتگی نے ان کو اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ وہ خود کو اپنے اہلِ وطن کے درمیان غریب الاهل و الدیار (پردیسی) محسوس کرنے لگے ۔ ان کی [illegible] تھی کہ اُن کی ادبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدمات کو ممالک عربیہ کے اُدبا میں عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جائے ، چنانچہ اللہ نے ان کی التجا قبول فرمائی اور عربی ادب کی انشا پردازی میں ان کو بلند مقام حاصل ہوا ۔ اس احساس کا اظہار وہ اس شعر کے ذریعے بھی کرتے ہیں ۔

نَزَلُوا بِمَكَّةَ فِي قَبَائِلِ نَوْفَلٍ
وَ نَزَلْتُ بِالْبَيْدَاءِ أَبْعَدَ مَنْزِلٍ

یعنی لوگ قیام مکہ کے دوران قبائل نوفل میں فروکش ہوئے ، اور میں نے صحرا کی ایک بعید ترین منزل پر ڈیرا ڈال دیا ۔

بلاد عربیہ کے سفر کے لیے وہ ہمیشہ مشتاق اور بے قرار رہتے ، اپنے آپ کو انہی کا ایک فرد شمار کرتے تھے ، اور وہ بجا طور پر اس کے مستحق تھے ۔ ان سے بڑھ کر اور کون اسکا مستحق ہوسکتا تھا ۔ انھوں نے عربی ادب کو روشنی کا مینار بنادیا ۔ اس کے مشکل مقامات کو آسان کیا ۔ تالیف کے میدان میں اترے تو اس حسن و کمال تک پہنچے جو ان کا منتہائے مقصود تھا ۔ تحقیقی کام کیا تو اس بلندی پر پہنچے کہ جہاں پہنچنا بڑا دشوار تھا ۔ فنِ تحریر و تحقیق نے ان کو عظمت و رفعت بخشی اور اس میدان کے سب مقابلے جیت کر تمام حریفوں کو شکست سے دوچار کیا ۔ قلم سے علم کے موتی و جواہر بکھیرے ۔ عربی ادب کے مدفون ذخائر کو آشکار کیا ۔ کتنی ہی علمی و ادبی کتابیں تھیں جن پر تصحیف و تحریف کے پردے پڑ چکے تھے ، ان سب کو چاک کر کے انہیں علم کے اُجالوں میں لائے ۔ کتنی ہی عربی کتب تھیں جن کو عربی ادب کے کینہ پرور دشمن غلط معانی پہناتے تھے ، آپ نے عربی زبان کا پوری پامردی سے دفاع کیا اور دشمنانِ عربیت کو ان کے مقابلے میں یارائے کلام نہ رہا ۔ کئی ادیبوں سے میدانِ تحریر و تحقیق میں لغزشیں ہوئیں آپ نے ان سب کی نشان دہی کی ، ان کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کیا اور ان کی صحیح منہج کی طرف رہنمائی کی ۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ میمنی نے عربیت کی حمایت و دفاع میں جان کی بازی لگا دی اور اس تگ و تاز میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو کئی بار آزمائشوں سے گزرنا پڑا ۔ انھوں نے فصیح عربیت کے دشمنوں کے ٹھکانوں پر اپنی تحقیقات کے تیر برسائے اور سب اپنے صحیح ہدف پر گرے ، تاآنکہ آپ آسمانِ علم و ادب کے آفتاب نیم روز بن گئے ، جس نے اپنے معارف کی شعاعوں سے ایک عالم کو چکاچوند کر دیا ۔ غرض انھوں نے پوری زندگی عربی ادب کی خدمت میں گزار دی اور اس میدان میں مفید اور کارآمد کارنامے سرانجام دیے ۔ اس سفر میں کبھی سستانے کی نہ سوچی ۔

اِنّی و اِن کنتُ الاخیر زَمَانَہ
لَآتٍ بِمَا لَم تستطِعْہُ الاَوائلُ

پیہم سفر اُن کا مقدر ٹھہرا ۔ حتیٰ کہ نوے (۹۰) برس کی عمر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا ۔ وہ کس قدر عظیم المرتبت اور رفیع المقام شخصیت کے مالک تھے ۔ خدا ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ۔

پروفیسر علامہ میمنی ۱۳۰۶ ھ (۱۸۸۸ء) کو راجکوٹ (کاٹھیاواڑ ہندوستان) میں پیدا ہوئے جو ہند کے مغربی ساحل پر واقع ہے ۔ اس صوبے کا موجودہ نام سوراشٹر ہے ۔ علامہ میمنی نے ایک ایسے خاندان میں آنکھ کھولی جس کا آبائی پیشہ تجارت تھا ۔ ان کے والد ماجد کا نام حاجی عبدالکریم میمنی تھا ۔ انھوں نے اپنے ہونہار بچے کو ایک مقامی استاد کے سپرد کر دیا تاکہ اس سے یہ لکھنا پڑھنا سیکھ لے ۔ اس زمانے میں بچے کو تھوڑا بہت حساب کتاب سکھانا ضروری سمجھا جاتا تھا ۔ عبدالعزیز کو بچپن ہی میں علم سے محبت پیدا ہوگئی تھی ۔ باپ نے بچے کے ذوق و شوق کو دیکھا تو اس کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی اور اسے حصولِ علم کا سفر جاری رکھنے کی ترغیب دی ۔ تجارتی معاملات سے جو کہ ان کا جدی پیشہ تھا ، الگ تھلگ رکھا ، مقامی استاد سے ابتدائی علم حاصل کرنے کے بعد علم کے اعلیٰ معیاری مراکز کی طرف سفر کا آغاز کیا ، تاکہ اعلیٰ تعلیم مکمل کی جاسکے ۔

علامہ میمنی نے لکھنؤ ، رامپور اور دہلی کا سفر کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں اس دور میں اعلیٰ معیاری تعلیم کے مراکز قائم تھے ۔ یہاں انھوں نے اونچے درجے کے اساتذہ سے علوم و فنون کا اکتساب کیا ۔ اِن کے اساتذہ میں سب سے بلند مرتبہ جو علم و فن میں اپنا حریف نہ رکھتے تھے ، حسین بن محسن انصاری خزرجی سعدی یمانی تھے ۔ یہ فنونِ حدیث کے بہت ماہر عالم تھے جو یمن سے سر زمینِ ہند میں وارد ہوئے اور بھوپال میں سکونت اختیار کی ۔ نواب صدیق حسن خان انکے شہرت یافتہ شاگرد تھے ۔ حسین بن محسن کے ساتھ آنے والوں میں اِن کے بھائی زین العابدین بن محسن تھے ۔ دونوں بھائی حدیث کے اصحابِ کمال اساتذہ میں سے تھے ۔ دونوں امام شوکانی کے شاگرد تھے ۔ ان کے واسطے سے نواب صدیق حسن خان امام شوکانی کے شاگرد (تلمیذ غیر مباشر) ہوئے ۔ انھوں نے دھلی میں علامہ میمنی کو اپنی سند کے ساتھ روایتِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی [1] ان کے اساتِذہ میں شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد جیسے نابغہ روزگار بزرگ بھی تھے ۔ علامہ میمنی اِن کا نام نہایت احترام سے لیتے تھے ۔ [2] اسی طرح ان کے اساتذہ کبار میں سے شیخ محمد طیب مکی نزیل رام پور ہیں ۔ [3] علامہ میمنی اپنے بارے میں بتاتے ہیں کہ انھوں نے عنفوانِ شباب میں رام پور مین فارسی کی کتاب " العجم فی آثار ملوک العجم " پڑھی تھی ۔ [4]

اس نوجوان نے اپنی ذاتی صلاحیتوں سے کام لیا اورحصولِ علم میں قدیم معروف طریقے پر اکتفا نہیں کیا ۔ نہ اس کو دھنی طور پر قبول ھی کیا بلکہ اپنے مطالعہ و دراسہ کے لیے الگ راہ متعین کی جو ان کی دلی خواہش اور آرزو کے عین مطابق تھی ۔ انھوں نے قدیم مؤلفین عرب کی کتابوں کا کھوج لگایا اور ان کا مطالعہ کیا ۔ تمام علوم لغت و ادب کو گہری نظر سے پڑھا ۔ قدیم عربی اشعار کے ذخیرے کو حفظ کیا ۔

---

[1] ثلاث رسائل ، ص ۱۸ ۔ [2] مجلۃ البعث الاسلامی (الھند) صفر ۱۳۹۹ ھ ، ص ۵۷ ۔ مجلۃ الادیب (بیروت) ۱۹۶۰ء ، ص ۵۴ ۔ [3] سمط اللآلی (مقدمہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حتیٰ[4] کہ ستر ہزار سے زیادہ اشعار حفظ کیے - ان کے ذہن میں لغت و ادب کا بے پناہ ذخیرہ جمع ہوگیا - قوتِ حافظہ بھی بہت تیز پائی تھی - علم و مطالعہ کی راہ میں صبر و استقلال کا یہ عالم تھا کہ علمی مذاکرے اور بحث و تمحیص سے کبھی تکان محسوس نہ کرتے تھے - اپنے مقالے میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بچپن میں معلقات عشر، دیوان حماسہ، دیوانِ متنبی، جمھرۃ، مفضلیات، کامل للمبرد، النوادر لأبی زید، البیان والتبیین (جاحظ) ادب الکاتب لابن قتیبۃ دینوری اور اس کی شرح الاقتضاب (لابن السید بطلیموسی) وغیرہ ادب کی تمام کتابیں از بر کرلی تھیں - [5]

علامہ میمنی کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہ تھی کہ وہ حسبِ منشا کتابیں خرید سکتے - وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے عربی ادب و فن کی اہم مطبوعہ کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اور اس سلسلے میں اپنے آرام و راحت کی کوئی پروا نہ کرتے تھے -

عالمِ جوانی کے ابتدا میں ان کی کنیت ابو البرکات تھی پھر اسے چھوڑ کر ابو عمر کنیت اختیار کر لی تھی - مگر جو نسبت انہوں نے زندگی بھر اختیار کیے رکھی، وہ " المیمنی الراجکوٹی " تھی - کبھی کبھی وہ اس کے ساتھ لفظ " الھندی " بھی بڑھا دیتے تھے تاکہ وطن کی یاد تازہ رہے - اسی طرح وہ اپنے نام کے ساتھ " السلفی " یا " الاثری " بھی لکھتے تھے تاکہ ان کے پسندیدہ مسلکی عقیدے کا اظہار ہوسکے جو ان کے دل کے لیے وجہِ تسکین تھا - وہ مسلکاً وعقیدۃً اہل حدیث تھے - اسی طرح کبھی اپنے نام کے ساتھ " عاجز " کبھی "خادم العلم" اور کبھی دونوں " العاجز و خادم العلم " لکھتے تھے - اس کی وجہ کسر نفسی اور تواضع تھی - [6]

---

[4] مجلة المجمع العلمی العربی - دمشق، جلد - ۹ شمارہ ۲۹ (۱۹۲۹ء)

[5] مجلة البعث الاسلامی (صفر ۱۳۹۹ ھ) ص ۷۶

[6] مجلة البعث الاسلامی (صفر ۱۳۹۹ ھ) ص ۷۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آغــــاز تـــدریـــــس

علامہ میمنی نے تعلیم و تدریس کی زندگی کا آغاز اسی وقت کیا جب ان کا تقرر اسلامیہ کالج پشاور میں بطور استاد عربی و فارسی ہوا ۔ یہاں کچھ عرصہ تعلیمی فرائض سرانجام دینے کے بعد اورنٹیل کالج لاہور میں منتقل ہوگئے ۔ لاہور کے دور اقامت میں ان کی کتاب ابن رشیق منظر عام پر آئی ۔ یہ کتاب مکتبہ سلفیہ ، قاہرہ کی طرف سے ۱۹۲۴ء ۔ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی ۔ ۷ یہ دراصل یہ ایک لیکچر تھا جو انھوں نے لاہور (۱۹۲۳ء) میں مستشرقین کی ایک جماعت کے سامنے دیا تھا ۔ پھر اسے اردو زبان میں منتقل کر دیا تھا ۔ اس کا اصل اردو متن ماہنامہ " معارف " اعظم گڑھ (۱۹۲۴ء) میں شائع ہوا تھا ، جو ہندوستان کے بلند پایہ علمی و تحقیقی اور ادبی ماہناموں میں سب سے زیادہ شہرت رکھتا ہے ۔ ۸ یہ مقالہ علامہ میمنی کی دوسری کتاب کی تمہید تھا ۔ یہ دوسری کتاب ابن دشیق اور ان کے دوست ابن شرف کے منتخب اشعار کا مجموعہ تھا ۔ یہ کتاب مطبعہ سلفیہ ، قاہرہ (۱۳۴۳ ھ) میں طبع ہوئی ۔ اس کتاب میں علامہ میمنی نے ابن دشیق اور ابو عبداللہ بن شرف کے اشعار کے ساتھ ابوالفضل بن شرف کے اشعار بھی شامل کر دیے ہیں ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے علامہ میمنی کی کتب حوالہ پر دسترس کا علم ہوتا ہے اور پتا چلتا ہے کہ وہ کس قدر دقیق النظر اور وشیق المعرفت عالم تھے ۔ علامہ میمنی اورنٹیل کالج لاہور میں زیادہ عرصہ نہیں رہے ۔ لاہور سے وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی چلے گئے ۔ اورنٹیل کالج لاہور کو انھیں کسی خفگی کی وجہ سے چھوڑنا پڑا تھا ۔ جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ۱۹۲۵ء میں اپنا پچاس سالہ جشن منایا تو علامہ نے اس عظیم اور پُروقار تقریب میں اپنا

---

۷ مجلۃ الزہراء ۔ ۸۱ ، ۸۶ ۔ ۹۵ ۔ مجلۃ المجمع العلمی العربی ۔ دمشق ۔

۸ مجلۃ الزہراء ۲۱ ۔ ۳۱۱ (۱۳۴۳ ھ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشہور عربی قصیدہ پڑھ کر سنایا ۔ یہ قصیدہ علامہ کی عربی ادب پر بے پناہ قدرت کا شاہکار تھا ۔ اس میں انہوں نے علی گڑھ کی وسیع فضا کو قابل رشک قرار دیا اور لاہور کی تنگ و تاریک گلیوں کے شاکی رہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ علامہ کو ان فرنگیوں نے بہت پریشان اور تنگ کر رکھا تھا جو یہاں مستشرقین کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے ۔ وہ علامہ کے خلاف سازشوں میں مصروف کار رہتے یا پھر وہ لوگ ان کی ذہنی اذیت کا باعث بنے جو ان فرنگی مستشرقین کے حاشیہ بردار تھے ۔ علامہ ایک آزاد منش ادیب اور محقّق تھے ۔ وہ تحقیق و تدقیق کے میدان میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے ۔ ان کے تبحر علمی اور وسعتِ معلومات کے سامنے کسی کا چراغ نہ چل سکتا تھا ۔ اس لئے علمی دنیا کے بونے اور مسخرے ان کے درپے آزار ہوگئے ۔ ان کے عربی قصیدے کا ایک شعر ملاحظہ ہو ۔

فربّیَ من ضنک البلاد أراحنی
وَأصبحتُ لا یبدو لعینیّ مراھا

ه۹

علامہ میمنی نے طویل عرصہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں گزارا ۔ یہاں وہ نہایت مطمئن و مسرور رہے ۔ علمی مناصب پر ان کی ترقی بھی ہوئی ۔ ریڈر سے اسسٹنٹ پروفیسر ہوئے اور پھر شعبۂ علوم عربیہ کے چیئرمین مقرر کیے گئے ۔ وہ ذوق و شوق کے ساتھ علم و ادب کی راہ پر گامزن رہے اور تشنگانِ علوم کو اپنے معارف علمیہ سے سیراب کرنا ہمیشہ ان کا مشغلہ رہا ۔ بلا شبہ تعلیم و ارشاد کا فریضہ سرانجام دینے میں وہ منفرد شخصیت تھے ۔

علی گڑھ کے زمانۂ قیام میں ان کے قلم سے اعلیٰ معیار کی مؤلفات و تحقیقات ظہور میں آئیں جو درج ذیل ہیں ۔

۱ ۔ ثلاث رسائل : یہ نادر الوجود مخطوطہ تھا جو انہیں لکھنو اور جامع بمبئ کے مخطوطات سے ملا تھا ۔

۲ ۔ مقالہ (کلا وَ ما جاءَ منھا فی کتاب اللہ) مصنفہ

ه۹ مجلۃ الزہراء ۔ ۳ ۔ ۲۲۶ ۔ ۲۱۸ (۱۳۴۴ ھ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابو الحسین احمد بن فارس ۔

۳ ۔ کتاب ما تلحنُ فیه العوام : مصنفه علی بن حمزه کسائی

۴ ۔ رسالۃ محی الدین بن عربی الی الامام الفخر الرازی :

مذکورۃ الصدر تینوں کتابیں قلمی تھیں جو علامہ میمنی نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع کیں ۔

۵ ۔ مشہور عالم کتاب (ابو العلا و ما الیه) بھی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ضبط کی گئی ۔ ابو العلا معرّی پر علامہ میمنی کو تمام اہل علم نے سند (Authority) تسلیم کیا ھے ۔ ۱۳۴۴ ھ کو مطبعه سلفیه قاهره میں شائع ہوئی ۔اس کتاب کے مقدمے میں دار المصنفین اعظم گڑھ کا مفصل تعارف کرایا گیا ھے ، جس کی بنیاد علامہ شبلی نعمانی نے شہر اعظم گڑھ میں رکھتی تھی ۔ اس ادارے نے بہت سی مفید اصلاحی،دینی اور علمی کتابیں اردو زبان میں شائع کیں ۔ اونچے پائے کا ایک معیاری علمی ماہنامہ "معارف" جاری کیا۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کی عربی مطبوعات میں مولانا شبلی کی ایک اہم کتاب " نقد کتاب التمدن الاسلامی " تھی ۔ یه کتاب مصر کے عیسائی ادیب جور جی زیدان کی کتاب " التمدن الاسلامی " پر تنقید تھی۔ اس کتاب میں زیدان کی فروگزاشتوں کی نشان دھی کی گئی ھے ۔ دار المصنفین نے علامہ میمنی کی کتاب " ابو العلاء و ما الیہ " بھی شائع کی ۔ یه اس کے سلسلۂ تصانیف کی انتالیسویں کڑی تھی ۔ [10]

علامہ میمنی نے جب فلسفی شاعر ابو العلاء معرّی کے حالات زندگی کا مطالعہ شروع کیا اور اس پر ایک کتاب لکھنے کا عزم و ارادہ کیا ، اس وقت ان کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی ۔ یه ان کی جوانی کا دور تھا اور اِن میں علم و فن کی تمام قوتیں اور صلاحیتیں نقطۂ کمال پر تھیں ۔ ذہنی پختگی اور قوتِ فیصلہ کی دولت سے مالا مال تھے ۔ بڑے اعتماد اور وشوق کے ساتھ اپنے تحقیقی کام کی طرف پیش قدمی کی ۔ ذہن اور ذخیرۂ معلومات کو تیار پایا ۔ علامہ میمنی اپنی کتاب

© rasailojaraid.com

---

[10] ابو العلاء و ما الیه ۔ ص ۱ ؛ ۵ ۔ ٦٠

© rasailojaraid.com

" ابو العلاء المعری و ما الیہ " کو اپنی انتھک کوشش کا نتیجہ قرار دیتے تھے ۔ یہ وہ محنت تھی جو انھوں نے مشہور فلسفی شاعر ابو العلاء معرّی کی سیرت اور اشعار کے مطالعہ و تحقیق میں صرف کی تھی ۔ اس تحقیق میں انھوں نے غیر معروف اور غیر مصدقہ واقعات کا سہارا نہیں لیا ، بلکہ یہ سچّے واقعات اور صحیح حالات کا مجموعہ ھے ۔ جو شخص وقائع و احوال زمانہ اور اس میں پیدا ھونے والے مختلف فکری رجحانات کی صحیح عکاسی کرنا چاہتا ھے ، اسے تاریخ فہمی کی گہری اور باریک حِس سے کام لینا پڑے گا ۔ اِس لحاظ سے بھی ابو العلا کے بارے میں علامہ میمنی کا مطالعہ وسیع اور قریبی معلومات کا حامل ھے ۔ انھوں نے اس راہ میں حائل تمام ناکامیوں اور مشکلات پر غلبہ پایا اور فرسودہ معلومات پیش نہیں کیں ، بلکہ علمی دنیا کو جدید افکار اور نئی تحقیقات سے روشناس کرایا ۔

علامہ میمنی کی نظر ان تمام اغلاط پر تھی جو ابو العلا معرّی پر تحقیق کرنے والے مستشرقین اور ان کے خوشہ چین عربی ادیبوں سے سرزد ھوئی ھیں ۔ ان کا خیال تھا کہ اب ضرورت اس بات کی ھے کہ معرّی کا تعارف ایک دردمند انسان کی حیثیت سے کرایا جائے ، چنانچہ یہ کام انھوں نے بحسن وخوبی انجام دیا ۔ ایک انگریز محقّق گولیوتھ نے رسائل معرّی کا مقدمہ لکھتے ھوئے کئی ٹھوکریں کھائی ھیں ۔ علامہ نے اِن سب کی نشاندھی کی اور پھر ایک کتاب میں ان کی تصحیح کی ۔ عربی ادب کے قادر التحریر ادیب و محقق ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری نے "ذکری ابو العلا" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا جس پر فرانس کی پیرس یونیورسٹی کی طرف سے انھیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا ۔ انھیں اس مقالے پر ناز تھا اور یہ اِن کی شہرت کا باعث بھی تھا ۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے اس تحقیق انیق میں حق و انصاف کا دامن چھوڑ دیا ۔ معرّی کی شخصیت کو نکھارنے کی بجائے اور دھندلا کردیا اور اس کے افکار و نظریات کی بھی صحیح ترجمانی نہیں کی ۔ علامہ میمنی نے اپنی کتاب میں اس پر سخت گرفت کی ، جس پر ڈاکٹر صاحب نے معذرت کی اور ان کے تبحر علمی ، تحقیقی ذوق اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلالت شان کے آگے اپنی کم مائیگی اور پستیٔ علم کا اعتراف کیا اور انہیں لغت عرب کا مسیحا قرار دیا ۔ [11]

علامہ میمنی نے قیام لاہور کے زمانے میں ہی معرّی پر کام کرنا شروع کر دیا تھا ۔ [12] مقدمۂ کتاب میں لکھا ہے کہ اس کی ابتدا نصف شعبان ۱۳۴۳ ھ سے ہوئی ۔ اس میں دار المصنفین کا تعارف کرایا گیا ہے ۔ یہ تعارف نامہ یکم شعبان ۱۳۴۴ ھ کو ضبط تحریر میں لایا گیا ۔ [13] انہوں نے لکھا تھا کہ یہ کتاب ۱۳۴۴ ھ تک منظر عام پر آجائے گی انہوں نے اس میں تاریخی واقعات ، حالات اور اخبار و اطلاعات سب کی چھان پھٹک کی اور حقائق کے چہرے سے شکوک و شبہات اور اوہام کے دبیز پردوں کو ہٹایا ۔ اس طرح سچائی کی تلاش میں غوطہ زن رہے ۔ حتیٰ کہ گوہر مقصود کو پانے میں کامیاب ہوگئے اور لفظی و معنوی خوبیوں سے آراستہ کتاب معرّیِ تحریر میں آئی ۔ جو محقق بھی حکیم شاعر معرّی کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنا چاہے گا ، وہ اس کتاب سے ہرگز بے نیاز نہ ہو سکے گا ۔ اگر ہم اس کتاب کو علامہ میمنی کی تمام مؤلفات کا سرتاج کہیں تو بے جا نہ ہوگا ۔ [14]

انہوں نے عربی ادیبوں کی تاریخی اور ادبی غلطیوں کی جو نشاندھی کی اور پھر ان کی تصحیح بھی کی تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کو اردو ، فارسی اور عربی تینوں زبانوں سے یکساں معرفت حاصل تھی اور ان زبانوں کے ادبی سرمایہ سے بخوبی آگاہ تھے ۔ ان کا یہ خصوص و امتیاز ان کے لیے دوسرے اُدبا کی فروگذاشتوں پر گرفت کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوا ۔ مثلاً علامہ میمنی نے سفر نامہ ناصر خسرو و حکیم کے مطالعہ کی بنا پر " ذکریٰ أبی العلاء " کے مصنف کی کئی ایک تاریخی لغزشوں کی تصحیح کی ، اس لیے کہ وہ ہندوستان،

---

[11] ابو العلاء ماله وما اليه ۔ ص ۳ ، ۴ ۔

[12] مجلة الزهرا ۔ ۱۳۴۴ ھ ، ص ۲ ۔ ۲۱

[13] ابولعلاء وما اليه (۴ ۔ ۶)

[14] مجلة الزهرا " ص ۲۲۲ (۱۳۴۶ ھ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایران اور ان کے ہمسایہ ممالک کی تہذیب و ثقافت اور وہاں کے علما و ادبا اور شعرا کے حلات سے اچھی طرح آگاہ تھے ۔ یہ سہولت ومؤثیت دیگر عربی مصنفین کو حاصل نہ تھی ۔ علاوہ ازیں انہیں ہندوستان کے علمی خزانوں کا بھی پورا علم تھا۔ انہوں نے اپنی فطری ذہانت ، وسعتِ علم اور کامل ہمت ومحنت سے ہندوستان میں نایاب اور قیمتی عربی مخطوطات کا کھوج لگایا اور ان کو زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے عرب ممالک کی لائبریریوں کو علم کی دولت سے مالا مال کر دیا ۔ یہ عربی ادب پر ان کا عظیم احسان ہے ۔

کتاب " ابو العلاء و ما الیہ " کی تصنیف کے باعث علامہ میمنی کے سامنے معرّی کے بارے میں معلومات کے کئی دروازے کھلے اور معرّی پر مزید تحقیق کے لیے اِن کی حوصلہ افزائی ہوئی ۔ انہوں نے " رسالۃ الملائکۃ " پر تحقیق کی اور پھر یہ ۱۳۴۵ ھ / ۱۹۲۶ء ۔ ۱۹۲۷ء کو مطبع سلفیہ قاھرہ میں چھپا ۔ دراصل تحقیق کے وقت اس مطبوعہ نسخے کو پیش نظر رکھا گیا ھتا ، جس کے صفحات اغلاط ، تحریف اور بدنما طباعت کی وجہ سے اس قابل نہ تھے کہ اس پر تحقیق کی جائے ۔ ڈاکٹر شاکر الفحام نے اس نسخے کو اغلاط و تحریفات کا پلندہ اور ناقابلِ اصلاح قرار دیا ھے ۔ وہ کہتے ھیں کہ میں نے اس نسخے کو اپنے سے بہت زیادہ علم و معرفت رکھنے والے کے سپرد کر دیا ھے ۔ ہالینڈ کی ایک لائبریری (لیدن) میں اس کا ایک نسخہ تھا اور یہ امر باعث مسرت ھو گا کہ کوئی مستعرب (عربی ادب کا یورپی محقق) ان دونوں نسخوں کا باھمی تقابل کرے ۔ بہرحال علامہ میمنی نے اپنی عقابی نظر سے اس کا جائزہ لیا اور اس پر تحقیق کی ۔ وہ فخر سے کہا کرتے تھے کہ "رسالۃ الملائکۃ" کی تحقیق بھی اسی قسم کی تحقیق ھے جو انھوں نے " رسالۃ الغفران " اور "رسالۃ الطیر" کے بارے میں کی ۔ حقیقت یہ ھے کہ ان کی یہ بے مثال تحقیق تھی ۔ [16]

© rasailojaraid.com

---

[16] علامہ میمنی نے ابھی اس رسالے کا مقدمہ ھی طبع

© rasailojaraid.com

علامہ میمنی نے معرّی کے متروک اشعار جمع کیے اور یہ مجموعۂ اشعار " فائت شعر ابی العلاء " کے نام سے ۱۳۴۵ ھ کو مطبع سلفیہ قاہرہ میں شائع ہوا [١٧]

یہ وہ اشعار ہیں جو معرّی کی معروف کتابوں میں نہیں ملتے ۔ ان کا کہنا ہے کہ ان اشعار کو انھوں نے اپنی کتاب " ابو العلاء و ما الیہ " کی تالیف کے دوران جمع کیا تھا تاکہ کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جائے ۔ اس میں بعض اشعار منسوب بھی ہیں ۔ پھر انھوں نے یہ مجموعہ ابو العلاء معرّی کے " رسالۃ الملائکۃ " کے آخر میں ملحق کر دیا تاکہ یہ دونوں کتابچے ابو العلاء معرّی کے زندہ نقوش کی حیثیت سے قائم رہیں ۔ [١٨]

معرّی کے بعد علامہ میمنی نے عربی زبان کے عظیم شاعر ابو الطیب متنبّی پر تحقیق کی ۔ اس تحقیقی سلسلے کی کڑی علامہ کی کتاب " زیادات دیوان شعر المتنبی " ہے جو مطبعہ سلفیہ قاہرہ سے ۲٦ ۔ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی ۔ اس کی دریافت کا قصّہ یوں ہے کہ علامہ میمنی ذو الحجۃ ۱۳۴۳ ھ میں اپنے آخری سفروں کے دوران علی گڑھ کی مضافاتی بستی حبیب گنج سے گزرے ۔ اس بستی میں نواب حبیب الرحمان خان شیروانی کا ذاتی کتب خانہ تھا جو عربی اور فارسی کی قیمتی اور نادر کتابوں پر مشتمل تھا ۔ آپ نے تحقیقی کام کے لیے اپنے ذوق کے مطابق کئی نادر کتابوں کا انتخاب کیا ۔ ان میں ایک نسخہ دیوانِ متنبی کا تھا ۔ ان دریافت شدہ قلمی نسخوں میں

کرایا تھا کہ یہ مکمل رسالہ استاد محمد سلیم جُندی کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ طبع ہوا ۔ وہ مجمع علمی دمشق کے رکن تھے ۔ انھوں نے ایک ایسے قلمی نسخے سے اسکی تحقیق کی تھی جو دنیا بھر میں ایک ہی نسخہ تھا اور دار الکتب الظاہریہ دمشق میں محفوظ تھا ۔

١٧ مجلۃ الزہرا : ۲ ــ ۲۲۷ (۱۳۴٦ ھ)

١٨ " فائت شعر ابی العلاء " کا مقدمہ راجکوٹ (کاٹھیاواڑ) میں یکم شوال ۱۳۴۵ ھ کو لکھا گیا تھا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قاضی ابوعلی المحسن تنوخی کی " المستجاد من فعلات الاجواد " اور " الفرج بعد الشدۃ " بھی تھیں ۔ علامہ میمنی نے ان تمام قلمی نوادر کا جامع اور مکمل تعارف بصورتِ مضمون ماہنامہ " معارف " (اعظم گڑھ) میں شائع کرایا ۔

علامہ میمنی نے ان نادر مخطوطات میں سے دیوانِ متنبّی کی تحقیق و تعلیق کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ۔ انھیں پچیس غیر مطبوعہ شعری قطعات دستیاب ہوئے ۔ دیوانِ متنبی کے متعدد نسخوں سے اُن کا مقابلہ کیا ۔ علاوہ ازیں دیوان کے دو قدیم مطبوعہ نسخوں سے بھی مقابلہ کیا ۔ عربی ادب کے دوسرے دواوین سے بھی ان کا مقابلہ و معارضہ کیا ۔ عربی ادب کی ضخیم کتابوں سے جو جواہر پارے انھیں حاصل ہوئے، ان کو بھی شاملِ کتاب کر دیا اور اس کا انتساب حبیب الرحمٰن شروانی کی طرف کیا تاکہ عربی ادب پر ان کے عظیم احسان کا اعتراف ہو سکے ۔ [19]

اقلید الخزانۃ کی تحریر کا واقعہ

اس دوران علامہ میمنی کی طرف سے خزانۃ الادب (عبد القادر بغدادی) کا انڈکس (اقلید الخزانۃ) ۱۹۲۷ء میں منظرِ عام پر آیا ۔ اس کا انگریزی مقدمہ مولوی محمد شفیع مرحوم نے لکھا تھا ۔ اس میں مؤلفین کے اسما کی ایک انگریزی فہرست کا اضافہ کیا گیا تھا ، جسے سیّد محمد اقبال نے لکھا تھا ۔ آب " اقلید الخزانۃ " کو ان تمام کتابوں کی جامع و کامل فہرست شمار کیا جاتا ہے ، جن کی طرف عبد القادر بغدادی نے اپنی کتاب " خزانۃ الأدب " میں اشارہ کیا ہے ۔ علامہ میمنی نے اس کتاب کے حواشی میں ان تمام قلمی کتابوں کے مختلف نسخوں کی نشاندھی کی ہے جو ہندوستان کے عوامی کتب خانوں اور علما کی ذاتی لائبریریوں میں موجود تھے ۔ یا ہندوستان

---

[19] زیادات دیوان شعر المتنبّی ص ۱، ۳ ۔ ۲ ۔ علامہ محمود محمد شاکر نے بھی علامہ میمنی کے اس عظیم کام کا تذکرہ اپنی کتاب المتنبّی کے مقدمے میں کیا ہے ۔ یہ مقدمہ ۱۶۵ صفحات پر مشتمل ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے علاوہ دوسرے ملکوں میں پائے جاتے تھے ۔ نیز علامہ میمنی نے ان قلمی نسخوں سے جو طبع ہوچکے ہیں اپنی وسعتِ معلومات سے ، ان کے بارے میں وضاحت کی ہے ۔ بغدادی کی مطبوعہ کتاب " خزانۃ الأدب " میں بعض کتابوں کے نام مسخ شدہ اور غلط تھے ، علامہ نے ان سب کی تصحیح کی ۔ اس طرح سے آپ کی تیار کردہ فہرست (إقليد الخزانة) بیش قیمت علمی جواہر کا خزانہ بن گئی اور علامہ احمد تیمور کی کتاب (مفتاح الخزانة) کو معلومات کے لحاظ سے مکمل کر دیا ۔

اقليد الخزانة کا ایک نسخہ دار الكتب الظاهرية دمشق میں موجود ہے ۔ یہ علامہ میمنی نے خود پیش کیا تھا اور اس کے صفحہ اول پر رقم فرمایا کہ اقليد الخزانة یہ نسخہ بطور ہدیہ مجمع علمی عربی دمشق کے کتب خانہ کو خادم اورخاکسار عبدالعزیز میمنی (جامعہ علی گڑھ ۔ ہند) مؤلف کتاب ہذا کی طرف سے رمضان المبارک ۱۳۴۶ ھ میں پیش کیا گیا ۔

ایک غلطی کا ازالہ :

علامہ میمنی اپنی اس کتاب کا نام عربی میں " اقليد الخزانة " لکھتے ہیں ۔ یہ فہرست لاہور میں طبع ہوئی تھی اور ناشرین نے عربی کی بجائے انگریزی حروف میں کتاب کا نام طبع کرا دیا تھا ۔ وہ اس کا عربی نام لکھنا بھول گئے تھے اور کتاب کا وہ مقدمہ بھی شائع نہیں کیا تھا جو علامہ میمنی نے تحریر فرمایا تھا ۔ ناشرین کی اس حرکت پر وہ سخت خفا ہوئے اور اس سے انہیں بہت افسوس ہوا ۔

علامہ میمنی نے اپنی کتاب " اقليد الخزانة " لاہور میں شوال ۱۳۴۰ ھ میں مکمل کی ۔ اس کی طباعت و اشاعت میں بہت سے تاخیری حربے کام میں لائے گئے تاکہ یہ عظیم تخلیق جلد منظر عام پر نہ آسکے ۔ اس سے علامہ کو ان لوگوں سے بدظنی پیدا ہوئی جن کے ذمہ یہ کام سپرد کیا گیا تھا ۔ طویل عرصے کے بعد یہ کتاب طبع ہو کر بازار میں آئی ۔ مولوی محمد شفیع اور مسٹر وولیز پر وہ سخت خفا تھے ۔ ان کی وجہ سے جن پریشانیوں کا ان کو سامنا کرنا پڑا ، اس کا اظہار وہ اپنے ان مکاتیب میں کرتے رہتے تھے ، جو اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھیوں اور دوستوں کو لکھتے تھے ۔ [20]

علامہ نے اپنے اس مقالے میں جو انھوں نے مجلۃ المجمع العلمی العربی دمشق میں اقلید الخزانۃ کی مشکلات کے عنوان سے شائع کیا تھا ، ان تمام لوگوں کا ذکر کیا ہے ، جن سے ان کو ذہنی اذیت پہنچی ۔ انھوں نے اپنے ایک دوست استاد محمد کرد علی کے نام ۱۲ ، مارچ ۱۹۲۸ء کو ایک خط لکھا ۔ اس میں وہ اپنے دلی الم کا اظہار کرتے ہیں جو اقلید الخزانۃ کے سلسلے میں انھیں بعض لوگوں کے ہاتھوں پہنچا ۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں دو نسخے اکیڈیمی کی لائبریری کو بطور تحفہ پیش کرتا ہوں ۔ بعض ناشروں نے اس کتاب کو دوبارہ شائع کرنے کا مجھ سے وعدہ کیا ہے ، جس میں میرا تحریر کردہ مقدمہ بھی شاملِ اشاعت ہوگا ، اور یہ امر باعثِ مسرّت ہوگا ، اگر وہ اسے صحت اور عمدگی سے شائع کریں ۔ میں اس کے عوض ناشر سے کتاب کے صرف پچاس نسخے لینا چاہوں گا ۔ اے اللّٰہ ! زمانہ بڑا ستم ظریف ہے ۔ میں یہ مقالہ اور مقدمہ مجلہ مجمع علمی دمشق اور مجلہ الزہراء قاہرہ میں شائع کرانا چاہتا ہوں ، تاکہ پہلے کی طرح دوبارہ ذہنی اذیت میں نہ مبتلا ہو جاؤں اور فائدے کی بجائے نقصان اٹھاؤں ۔ کتاب کا ایک نسخہ استاد محب الدین الخطیب کے لیے بھیج رہا ہوں ۔ لیکن اپنے اس مہربان دوست سے امید کرتا ہوں کہ وہ اس کی اشاعت کا کسی اور مجلہ میں بندوبست کردیں گے ، اگرچہ اس سے تکرار اشاعت ہوگا ۔ خدا جانتا ہے کہ میں نے اس کتاب کی تیاری اور اشاعت کے سلسلے میں کبھی چین نہیں لیا ۔ اس سلسلے میں میں نے اپنے دوسرے اہلِ قلم بھائیوں کو بھی انتباہ کر دیا ہے ۔ خدا ان کی خطاؤں کو معاف کرے ۔ بلاشبہ انھوں نے اپنے تکلیف دہ کردار سے ابو البرکات (میمنی) کا دل زخمی کر دیا ہے ۔ اقلید وہ کتاب ہے جو انھوں نے آنکھوں کی بینائی اور دل کا خون دے کر لکھی ۔ اس کے مندرجات میں بڑا نکھار اور انتہائی صفائی

---

[20] مجلۃ المجمع العلمی العربی ۔ ص ۔ ۸ ، ۵۲۰ ۔ ۵۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پائی جاتی ھے ۔

تدریس و تالیف اور ادبی سرگرمیاں

علامہ میمنی تدریس ، تالیف اور ادبی و علمی سرگرمیوں اور پروگراموں میں بھرپور حصّہ لیتے تھے ۔ ان کے مقالات اور تحقیقات ادبی رسائل میں مسلسل چھپتے رہتے اور کانفرنسوں میں وہ علما و فضلا کو اپنے ادبی و علمی خطابات سے نوازتے رہتے تھے ۔ ان مقالات میں سے ان کا ایک مقالہ وہ ھے جو انھوں نے اِس عظیم قصیدے اور اس کے شاعر کے بارے میں لکھا :

هَل بالطلولِ لِسائل ردٌ أم لها بتكلّمٍ عهدٌ

اسی طرح ان کا مقام اعلام الکلام کے بارے میں شائع ہوا ۔ ابوعلی قالی کی دو کتابوں " أمالی " اور " نوادر " کے بارے میں بھی ایک مقالہ سپردِ قلم کیا ۔ ابوالفرج اصفہانی کی مشہور زمانہ کتاب اغانی پر نوٹس لکھے ۔ طبقات الشعراء اور مناقب بغداد پر بھی مقالات لکھے ۔ یہ سب مقالات مجلۃ الزھرا قاہرہ میں بالاقساط شائع ہوئے ۔ وہ اپنے عرب قارئین کو نادر مخطوطات کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کرتے اور مستفید فرماتے رہتے تھے ۔ بعض مخطوطات کا تو مفصل تعارف کراتے اور بطور نمونہ ان کی عبارتیں نقل کرتے ۔ خدابخش لائبریری بانکی پور (پٹنہ) کا بھی انھوں نے تعارف کرایا ۔ اس عظیم لائبریری کا قیام خدابخش خان کے ہاتھوں ہوا ۔ انھوں نے قدیم کتابیں جمع کیں اور پھر اسے عوام کے لیے وقف کر دیا ۔ خدابخش لائبریری دیار ھند کی بہت بڑی لائبریری ھے ۔

علمی تجسّس

وہ ھمیشہ نادر قلمی نسخوں کی تلاش میں رہتے ۔ اپنی دوربین نگاہوں سے ان کا مکمل جائزہ لیتے اور دوران تجسّس بہت سے نادر نسخے ان کے ہاتھ لگتے ۔ اِن میں سے کسی کا انتخاب کر لیتے اور پھر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ۔ اِس کے قیمتی مباحث و علوم سے اھل علم کو متعارف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کراتے اور اسے ادبی رسائل میں شائع کراتے ۔ جن لوگوں کو باصلاحیت اور جوہرِقابل سمجھتے ، ان کو اپنی تحقیقات سے آگاہ فرماتے ۔ لیکن جن میں صلاحیت و اہلیت نہ پاتے ، ان سے مخاطب ہونے سے احتیاط کرتے ۔ وہ کئی نادرونفیس قلمی نسخوں کے بارے میں بہت سے آسرار اپنے ساتھ سینے میں لے گئے اور ان کے بارے میں کسی کو آگاہ نہ کیا ۔ وہ سمجھتے تھے کہ نااہل لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ بتانا بے سُود اورلاحاصل ہے ۔

دمشق اکیڈیمی کی رُکنیت

استاد میمنی کا ۱۹۲۸ء میں دمشق کی عربی اکیڈیمی میں بحیثیت مضمون نگار تقرر ہوا ۔ اس وقت ان کی عمرچالیس برس تھی ۔ اکیڈیمی کے سربراہ استاد محمد علی کرد نے علامہ میمنی سے ان کے حالاتِ زندگی (Bio Data) ایک تصویر اور تحقیقی مقالہ بھیجنے کی درخواست کی ۔ علّامہ نے اس کا جواب اپنے مکتوب مورخہ ۱۹۲۸ ۔ ۳ ۔ ۱۲ (۲۸ ، رمضان ۱۳۴۶) میں دیا ہے ۔ رقم طراز ہیں :

" اس عاجز کی تصویر ، حالاتِ زندگی اور تحقیقی مقالے کی ترسیل کا وعدہ بے شمار مصروفیتوں کے باوجود تین ماہ کے اندر اندر ان شاءاللہ العزیز پورا ہوجائے گا ۔ جہاں تک تحقیقی مقالے کا تعلق ہے ، میرے پاس اس وقت نعمان بن بشیر الانصاری و بکر الدلفی کے دیوان پر کئی سال پرانا لکھا ہوا تنقیدی مقالہ ہے جسے میں ابھی تک صاف بھی نہیں کرسکا اور نہ تاہنوز کہیں شائع ہوا ہے ۔ یہ مقالہ ارسال کردوں گا ۔ "

لیکن بعد میں انھوں نے ابوعمر محمد بن عبد الواحد (جو ادیب ثلعب کے غلام ، بڑے زاہد اور صاحبِ طرز ادیب تھے) کی کتاب " المداخل " بطور اپنے تحقیقی مقالہ کے اکیڈیمی کو بھیج دی ۔ کتاب کے شروع میں ابوعمر زاہد کے حالاتِ زندگی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعلق ایک مبسوط مضمون قلم بند کیا ۔ اس کتاب کا ایک نادر نسخہ اِن کو رام پور کے کتبخانے سے دست یاب ہوا ۔ اس پر انھوں نے تحقیقی حواشی لکھے جو جنوری ۱۹۲۸ء (ذوالقعدۃ ۱۳۴۶ ھ) کو علیگڑھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچے ۔ یہ مخطوطہ نمبر ۲۹۸۸ کچھ عرصہ اکیڈیمی کی حفاظت میں رہا ۔ پھر یہ اکیڈیمی کے مجلّہ کے صفحات پر بالاقساط شائع ہوتا رہا [۲۱] ان تمام واقعات سے علّامہ میمنی کی بے پناہ محنت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ وہ بہت سے علمی منصوبوں کے بارے میں سوچتے اور بے شمار موضوعات تحقیق کے لیے منتخب کر لیتے ۔ پھر ان کی تکمیل میں کئی رکاوٹیں حائل ہو جاتیں ۔ بعض مرتبہ تکمیل کے بعد طباعت کی مشکلات پیش آجاتیں ۔ ان کو اپنی کتابوں کی طباعت و اشاعت کے بارے میں بہت سے دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑتا ۔ وہ ان دشواریوں سے گزرنے کے لیے عظیم قوتِ برداشت کے حامل علماء کا سا طرزِ عمل اختیار کرتے ۔ بعض اوقات مشکل حالات سے شکوہ کناں بھی ہوتے ۔ کسی کتاب کی تکمیل میں تاخیر ہوجاتی تو کہتے (اور یہ ان کا تکیۂ کلام بن گیا تھا) " دل میں تو اس کتاب کی اشاعت کا فلاں وقت تھا ، مگر قدرتی حالات اور مجبوریاں اس کام کی تکمیل میں حائل ہوگئیں ۔ "

اپنے سابق الذکر مکتوب میں وہ استاد محمد کردعلی کو لکھتے ہیں ۔

جنابِ من !

کیا آپ قاضی ابوعلی المحسن تنوخی کی کتاب (المستجاد من فعلات الاجواد) طبع کر اسکتے ہیں ۔ وہ مجلّہ مجمع علمی کے سو صفحات پر مشتمل ہوگی ۔ میں نے اسے مکمل کرلیاھے اور اسے اغلاط سے پاک

---

[۲۱] مجلہ ۹ ، ۲۴۹ ۔ ۲۶۰ ، ۵۳۲ ۔ ۵۴۴ ، ۶۰۱ ۔ ۶۱۱ ۔ (۱۳۴۸ ھ / ۱۹۲۹ ء دوبارہ ابوعمر زاھد کے حالات میمنی کے قلم سے مجمع علمی (ہند) کے پہلے شمارے (۱۹۷۶ ء) میں شائع ہوئے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردیا گیا ہے ۔ اس کے حواشی کو بھی مدلّل کو دیا گیا ہے ۔ وہ کئی مہینوں سے میرے پاس تیار پڑی ہے ۔ [۲۲] یہ ایک مقالہ اور مقدمہ ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ دونوں مجلّہ دمشق اور مجلّہ الزہرا میں شائع ہو جائیں ۔ "

اسی طرح (تتمۃ الیتیمۃ) کے مخطوطے کی تصحیح کے بارے میں ان کو مطلع کرتے ہیں ۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں :

ہند میں رسائلِ جاحظ کے انتخاب کا ایک قدیم نسخہ ہے ۔ یہ انتخاب حمزہ بن الحسن اصفہانی کا ہے ۔ مجھے بہت پسند آیا ہے ۔ شاید میں اسی کی تصحیح کروں اور آئندہ موسم گرما میں انشاءاللہ اس پر کچھ لکھوں گا ۔ اس کی طباعت کی ذمہ داری آپ پر ہوگی ۔ "

طباعت ہی ایک ایسا مشکل مرحلہ تھا جو علّامہ میمنی کو بے چین اور پریشان کیے رکھتا تھا ۔ وہ اس کا اظہار کتابوں کی تحقیق کے دوران اکثر ان کے مقدمات کے اختتام پر کرتے جن کی طباعت و اشاعت کا وقفہ طوالت پکڑ جاتا ۔ حالانکہ وہ طباعت کے لیے مکمل ہوچکی ہوتیں ۔ مثلاً وہ فرّاء نحوی کی کتاب " المنقوص و الممدود " کے مقدمے کے آخر میں لکھتے ہیں ۔

" علی گڑھ (ہند) ۱۳۵۴ ھ (یکم جون ۱۹۳۵ء)

پھر ۱۹۳۷ء میں ، پھر ستمبر ۱۹۳۸ء میں ، پھر تاخیردر تاخیر حتّی کہ یہ کتاب ۱۹۶۷ء (۱۳۸۷ ھ) میں طبع ہوئی ۔

علامہ میمنی کے مکتوب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی تصویر اور حالاتِ زندگی بھیجنے سے گریز کرتے تھے ۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں ۔

" اس بندۂ حقیر کی تصویر صرف آپ کی خوشنودیٔ مزاج کے لیے حاصل کی گئی ہے ورنہ میں ایسی باتوں کو پسند

---

[۲۲] علامہ میمنی المستجاد کو اپنی تحقیق کے ساتھ شائع نہ کرسکے ۔ یہ کتاب ۱۹۲۹ء کو جرمنی میں چھپی ۔ دوبارہ استاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کرتا ۔ [۲۳] البتہ اس حقیر کے حالاتِ زندگی کی ترسیل میرے ذمے ہے ، جس کا میں انشاء اللہ العزیز آئندہ موسمِ گرما میں ایفا کروں گا ۔ میں آپ کو بتا دوں کہ اِن دنوں اَلآلی شرح آمالی (ابوعلی قاضی) جو وزیر ابوعبید البکری کی تصنیف ہے ، کی تصحیح میں انتہائی مصروف ہوں ۔ کیا اکیڈیمی اپنے خرچ پر اِسے طبع کرانے کی استطاعت رکھتی ہے ؟ یہ کتاب فہرست و حواشی سمیت تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے ۔"

علامہ کی یہ تصویر اکیڈیمی میں ان کی ذاتی فائل میں محفوظ رہی ۔ مگر مجھے (شاکر الفحام) ان کے حالاتِ زندگی دستیاب نہیں ہوئے ۔ مجھے معلوم نہیں کہ علامہ میمنی کا یہ سوانحی خاکہ گم ہوگیا ہے یا انھوں نے بھیجا ھی نہیں ۔ میں اِس کی نایابی کو علم و ادب کا ایک عظیم نقصان سمجھتا ہوں ۔

علامہ میمنی پچاس سال سے زیادہ عرصے تک دمشق کی اِس اکیڈیمی کے رکن رہے ۔ اکیڈیمی کے تمام ارکان ان سے والہانہ محبت اور بے حد شیفتگی رکھتے تھے ۔ علامہ کا دل بھی دمشق اور اہلِ دمشق کی محبت سے بھرپور تھا ۔ وہ بارہا اس شہر کی سیاحت کے لیے آئے اور اہلِ قلم کے دلوں میں اپنی بہترین یادیں چھوڑ گئے ۔ وہ اپنے خطوط میں دمشق کے اصحابِ علم کو سلام بھیجتے رہتے ۔ وہ بلدۂ دمشق کے باشندوں کو دنیا کی جنت کے باشندے قرار دیتے تھے ۔ ۱۲ ، مارچ ۱۹۲۸ء کے ایک مکتوب میں جو انھوں نے استاد محمد کرد علی کو لکھا تھا ، تحریر کرتے ہیں :

" معزز دوستو ، بھائیو اور دنیا کی جنت کے ساکنو ! آپ کو میرا سلام ہو ۔ آب یہ جنت ، جہنم میں بدل گئی ہے ۔ اسے اللہ تعالٰی اجنبی طاقتوں کی پامالی سے بچائے اور مجھے تمھارے ساتھ ملائے رکھے ۔ "

---

[۲۳] علامہ کی تصویر اور اکیڈیمی کے دوسرے معزز ارکان کی تصاویر مجلہ کی جلد نہم کے جز ثانی (۱۹۲۹ء) میں شائع ہوئیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شام کی سرزمین پر اِستعمار کا وجود علامہ میمنی کی آنکھ میں کانٹے کی طرح چُبھتا تھا۔ وہی شہرِ دمشق جو ان کے نزدیک دنیا کی جنت تھی ، استعمار کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں یہ شہر جہنم کا نقشہ پیش کرنے لگا تھا ۔

علامہ میمنی دمشق اکیڈیمی کے علاوہ قاہرہ اکیڈیمی کے مستقل رکن اور مضمون نگار بن گئے ۔ اپنے معاصرین میں ان کا مقام بہت بلند تھا ۔ ان کو شہر دمشق ، دمشق اکیڈیمی اور وہاں کے عُلما و اُدبا سے بے پناہ محبت تھی ۔ انھوں نے اس اکیڈیمی سے ہر اعتبار سے تعاون کیا اور ہمیشہ اس سے وابستہ رہے ۔ اسی بنا پر اہلِ دمشق اور اکیڈیمی کے اصحابِ علم ان سے محبت اور وفاداری کا دم بھرتے تھے ۔ علامہ میمنی ان کے لیے اپنی خوشگوار یادیں چھوڑ گئے ۔ انھوں نے اپنے علم و فضل سے اکیڈیمی کی بنیادوں کو مضبوط کیا ۔ ان کی قدر و منزلت اور احترام اُس دن نقطۂ عروج کو پہنچ گیا ، جب جمہوریہ شام کے صدر حافظ الاسد نے ان کو ملک شام کے درجۂ اوّل کے شہری کا سرکاری طور پر نشان عطا کیا ۔ یہ اعزاز انھیں بذریعہ سرکاری فرمان نمبر ۱۱۸۰ ، ۲۳ رجب ۱۳۹۷ ھ (۹، جولائی ۱۹۷۷ء) کو مرحمت ہوا ۔ یہ ان کی سرمایۂ عربی ادب کی تحقیق اور اس کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں جلیل القدر خدمات کا واضح اعتراف و اعلان تھا ۔ [۲۲]

نومبر ۱۹۲۸ء کو (۲۷ ، جمادی الاولی سے ۹، جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ ھ تک) لاہور میں مستشرقین ہند کی آل انڈیا کانفرنس منعقد کی گئی ۔ اس کانفرنس میں علامہ میمنی نے بھی شرکت کی ۔ ۲۲ ، نومبر ۱۹۲۸ء کو انھوں نے کانفرنس میں اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا ، جس کا عنوان تھا " اقدم کتاب فی العالم جاویدان خرد " ۔

۱۹۲۸ء کے ایک مکتوب میں جو استاد کُرد علی کو لکھا تھا ، کہتے ہیں :

" یہ میرا ایک اور تحقیقی مضمون ہے جو

---

[۲۲] مجلہ مجمع اللغۃ العربیۃ ۔ دمشق مجلد ۔ ۵۲ : ۹۲۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

> مستشرقین ہند کی کانفرنس منعقدہ لاہور (۲۲ ،نومبر ۱۹۲۸ء) میں پڑھا گیا۔میں یہ مقالہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تاکہ اکیڈیمی کے مجلہ میں شائع ہو سکے"۔ ؎[۲۵]

مجلۃ الزہرا کے مالک استاد محب الدین الخطیب نے بغدادی کی کتاب خزانۃ الادب کا نیا ایڈیشن شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور مطبعہ سلفیہ قاہرہ سے اس کے پہلے چار حصّے شائع بھی ہوچکے تھے ۔ اس پر علامہ میمنی ان کو اس کی اقلید (اقلید الخزانۃ) پیش کی ۔ انھوں نے بڑی محنت اور مسلسل کوشش سے اس کی تصحیح و تزیین کی تاکہ یہ اقلید (انڈکس) اسی اشاعت میں شامل ہوجائے ۔ اس پر جو تعلیقات لکھی گئیں ، اس میں بھی انھوں نے شرکت کی ۔ ؎[۲۶] یہ کتاب جب چھپ کر قارئین کے سامنے آئی تو اس کے صفحہ اوّل پر ناشر کی طرف سے یہ الفاظ مرقوم تھے ۔

> " ہم نے اس کتاب کو استاد جلیل علامہ احمد تیمور پاشا اور عظیم محقق استاد عبدالعزیز میمنی راجکوٹی کی تصحیحات و تعلیقات سے آراستہ کیا تھا۔ علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے مقام افسوس ہے کہ یہ تحقیق شدہ مکمل ایڈیشن شائع ہو کر مارکیٹ میں نہ آسکا ۔ صرف پہلے چار حصّے شائع ہو سکے " ۔

۱۳۵۰ ھ (۱۹۳۱ء – ۱۹۳۲ء) میں علامہ میمنی دو اور تحقیقی کتابیں منظر عام پر لے آتے ہیں ۔

پہلی کتاب ابو یوسف یعقوب بن اسحاق کی کتاب کے منتخب ابواب کا مجموعہ تھا۔ (مطبعہ سلفیہ قاہرہ سے شائع ہوا۔) دوسری کتاب ہے " ما اتفق لفظہ واختلف معناہ من القرآن المجید"

؎[۲۵] علامہ میمنی کا تحقیقی مقالہ اکیڈیمی کے مجلہ میں شائع ہوا ۔ ملاحظہ ہو ۔ مجلد ۹ ۔ ۱۲۹ ۔ ۱۳۹ ، ۱۹۳ ۔ ۲۰۲ (۱۹۲۹ء) نیز دیکھئے مجلہ الزہرا ۵ ۔ ۲۶۹ ۔

؎[۲۶] خزانۃ الادب (مطبعہ سلفیہ) ۱ ، ۶ ، ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ابو العباس محمد بن یزید مبرد نحوی (متوفی : ۲۸۵ ھ) کی تصنیف ھے ۔ مطبعۃ سلفیۃ قاھرۃ ۱۳۵۰ ھ میں طبع ھوئی ۔

علامہ میمنی نے یہ دونوں کتابیں بانکی پور پٹنہ ھند کے کتب خانے سے حاصل کی تھیں ۔ ڈاکٹر شاکر الفحام کہتے ھیں کہ میں پہلی کتاب کے مطالعہ سے مشرف نہیں ھو سکا ۔ البتہ مبّرد کی طبع شدہ کتاب مجھے دستیاب ھوگئی ۔ وہ چالیس صفحات پر مشتمل ھے ۔ یہ کتاب (علامہ میمنی کے الفاظ میں) " عاجز عبد العزیز نے بانکی پور پٹنہ کے کتب خانے میں محرم ۱۳۲۶ ھ میں لکھی تھی ۔ " میں (شاکر) بلا خوف تردید کہتا ھوں کہ علامہ میمنی کا اس کتاب کے بارے میں کام انتہائی جامع ، مکمل ، معلوماتی اور مدلل تھا ۔ کتاب کا مخطوطہ بھدّے خط میں تھا ۔ اس میں بہت سی غلطیاں اور قطع و برید تھی ۔ علامہ میمنی نے اسے صاف خط میں لکھا اور غلطیوں سے پاک کیا ۔ شواھد کی تخریج کی اور مراجع سے مزین کیا ۔ کتاب کیا ھے ، ایک گلستان ھے ، قاری جس کی جمال آرائیوں سے بے حد مسرت محسوس کرتا ھے ۔ ھم دعاگو ھیں کہ اللہ تعالٰی علامہ میمنی کو عربی علوم کی ان خدماتِ جلیلہ کے صلے میں بہترین جزا دے ۔ انھوں نے علوم عربیۃ کی وہ خدمت سرانجام دی ھے جس سے اھلِ عرب بھی قاصر رھے ۔

ممالکِ عربیہ اور ترکیہ کا سفر :

علامہ میمنی ۱۳۵۴ ھ کے آغاز میں ممالک عربیۃ اور ترکیہ کی طرف اپنے مشہور تاریخی سفر پر روانہ ھوئے ۔ مصر پہنچے وھاں مخطوطات کے مراکز دیکھے اور مخطوطات کو پڑھا اور پرکھا اور پھر مکمل جائزے کے بعد بعض کو اپنے ہاتھ سے لکھا ۔ نیز علما و ادبا سے علمی ملاقاتیں کیں ۔ مصر ھی میں آپ نے کتاب "سِمط اللآلی " طباعت کے لیے مطبعۃ لجنۃ التالیف الترجمۃ و النشر کے حوالے کی ۔ علامہ میمنی نے اس کتاب کو اپنی بیش قیمت تحقیقات و تعلیقات سے مزیّن کیا ۔ ان کے پاس اس کتاب کے دو مخطوط مکّی و مغربی نسخے تھے ۔ انھوں نے مقدمۂ کتاب کے آخر میں یہ بات واضح کی ھے کہ یہ مقدمہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۸ ، شبعان ۱۳۵۴ ھ) کو قاھرہ میں لکھا گیا ۔ان کی کتاب " ابو العلاء مالہ و مالیہ " ان کے علمی و ادبی کارناموں میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ھے ۔ مگر " سمط اللآلی " بھی تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے ایک بلند پایہ کتاب ھے ، جس میں انھوں نے اپنے دل و دماغ کی صلاحیتوں کو صرف کیا ھے ۔ انھوں نے اس کی تحقیق میں ھر ممکن غور و فکر اور احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا ۔ اسی طرح انھوں نے اپنی کتاب " الفوائد الفرائد " کے حواشی کو بھی علم و ادب کے موتیوں سے آراستہ کیا ۔ سچی بات یہ ھے کہ علامہ میمنی نے اپنی تعلیقات میں ایجاز و استیعاب کے دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا ھے ۔ وہ اپنی پختہ اور منجھی ھوئی تحریروں میں طویل تجربوں کے حسین نتائج اور عمدہ نکات پیش کرتے ھیں ۔ لیکن اپنے قارئین کو کاوش و مشقت میں بھی ڈال دیتے ھیں تاکہ وہ انکے افکار و معارف ادبیہ بلاکلفت وجہد حاصل نہ کرسکیں ۔ جب قاری ان کی طرح محنت و مشقت کا عادی ھوجاتا ھے تو پھر اس کے سامنے علمی مصادر و ماخذ کے خزانوں کے دروازے کھول دیتے ھیں ۔ وہ اپنی حسبِ پسند معلومات سے دامن کو بھرلیتا ھے ۔ علامہ میمنی " سمط اللآلی " کی تالیف میں اپنی مسلسل محنت و مشقت کا واقعہ بایں طور بیان کرتے ھیں کہ اسی عاجز (عبدالعزیز) نے اس کتاب کے مکی مخطوطے کو اڑسٹھ (٦٨) دن میں لکھا ۔ پھر میں نے اپنے تحریر کردہ مجموعے کا اصل مخطوطے سے اپنے دوست عبدالرحمن کاشغری کے تعاون سے چھ دن میں مقابلہ کیا۔یہ حقیقت وہ بڑے فخر سے بیان کرتے ھیں :

" تکمیلِ عمل کی خوشبو مہکنے لگی اور
بدرِ کامل چمکنے لگا ۔ "

اس میں نادر علمی نکات کو ضبطِ تحریر میں لے آئے اور یہ سب کچھ اپنے گھر علیگڑھ میں ۳ ، شوال ۱۳۴۸ ھ کو کیا ۔ پھر اپنے مجموعے کا مغربی مخطوطے سے مقابلہ کیا ۔ اِس تمام پُرمشقت کام کی داستان ۱۲ ، جنوری ۱۹۳۵ء کو قاھرہ میں لکھی تو اُس کے حُسن و جمال نے اِن کو حیران کر دیا ۔ یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب علامہ میمنی کی محنت و نگرانی کا ثمرہ تھا جو انہوں نے طباعتِ کتاب کے تمام مراحل میں صرف کی اور ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھے تاآنکہ کتاب ان کی منشا اور خواہش کے مطابق طبع ہو کر مارکیٹ میں آئی اور یہ تمام کام سو دن میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔ ؎۲۷

اس کے بعد جلد ہی وہ ممالک عربیہ اور ترکیہ کے سفر پر روانہ ہوگئے ۔ " سمط اللآلی " کی فہرست تیار نہ کرسکے ۔ سفر سے واپس آکر علی گڑھ میں ۲۴ ، جنوری ۱۹۳۷ء کو فہرست مکمل کی جو مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمۃ و النشر مصر سے انتہائی خوبصورت انداز میں چھپی ۔ اس کے بعد " سمط اللآلی" استفادہ کرنے والوں کیلئے ادب کا شیریں گھاٹ بن گئی تھی۔ محققین اور ادبا نے ان کی تعلیقات اور وسیع معلومات سے بڑی خوشہ چینی کی ۔ اس عظیم کام نے علمائے لغت کو حیرت میں ڈال دیا ۔ اس دور کا ہر ادیب اور لغوی نہایت احترام سے علامہ میمنی اور ان کی اس خدمت کا تذکرہ کرتا تھا ۔ علامہ میمنی کے لیے یہ امر قلبی اذیت کا باعث تھا کہ بعض محقق ان کی کتاب سے استفادہ تو کرتے ہیں لیکن ان کا نام لینے میں بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان کی اس کتاب کی طرف اشارہ یا کنایہ تک نہیں کرتے ۔ اس کتاب پر تحقیق کرنے میں جو علامہ نے محنت کی بعض چور قسم کے ادیب اسے اپنے کھاتے میں ڈال رہے تھے ۔ اس سے انہیں انتہائی اذیت پہنچی ۔

علامہ اپنے ناقدین پر بھرپور وار کرتے تھے اورکسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ۔ وہ زیادہ تر یہ شعر پڑھا کرتے :

؎ إذا رضيت عني كرام عشيرتي
فلا زال غضبانًا عليّ لئامها ؎۲۸

جب کوئی مولف یا محقق کسی معاملے میں تحقیق کرتے وقت وھم و خطاء کا شکار ہوجاتا تو علامہ میمنی اس کا تمسخر

---

۲۷ سمط اللآلی ۔ ۲: ۹۶۲

۲۸ مقدمہ ۔ سمط اللآلی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اڑاتے ۔ بعض دفعہ انداز تمسخر نیش زنی کی حدتک پہنچ جاتا بعض ادیب اور محقق ان سے خوف زدہ بھی رھتے تھے اور ان کے لیے اپنے گوشۂ قلب میں زیادہ جذباتِ محبت نہ رکھتے تھے ۔

اس کے بعد علامہ میمنی نے ایک اور کتاب " نسب عدنان و قحطان " پر جو ابو العباس محمد بن یزید مبرّد کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ھے ، پُر مغز تحقیق پیش کی ۔ یہ کتاب مطبعہ لجنۃ التالیف و الترجمہ و النشر کے سلسلۂ مطبوعات کی پہلی کڑی تھی ۔ اس کتاب کا اصل مخطوطہ تصحیف و اغلاط سے پُر تھا ۔ اس کی تصحیح و تحقیق میں علامہ میمنی نے بے حد محنت کی ۔ علامہ اس کتاب کا ایک اور مخطوطہ حاصل کرنا چاہتے تھے ، جو اسبانیا میں اسکوریال کے گرجا گھر کے کتب خانے میں محفوظ تھا ، لیکن سفر پر جلد روانگی کی وجہ سے یہ نسخہ حاصل نہ ھوسکا ۔ انھوں نے اپنے تحریر کردہ نسخے کا مقابلہ اصل مخطوطے کے ساتھ اسکندریہ (مصر) کی سرحد پر استنبول جاتے ھوئے اپنے بحری سفر کے دوران کیا ۔ یہ ۱۹۳۶ء کی بات ھے ۔ علامہ مبرّد کی یہ دوسری کتاب تھی ، جس پر علامہ میمنی نے تحقیق کی ۔ قبل ازیں انھوں نے مبرّد کی کتاب " ما اتفق لفظہ و اختلف معناہ " کو اپنی تحقیقِ انیق کے ساتھ شائع کیا تھا ۔

قیام استنبول کے دوران ان کو بہت سے عربی مخطوطات کے ذخیروں کا پتہ چلا ، جن میں سے چند مخطوطوں کو اپنا زادِ راہ بنالیا ۔ استنبول میں اپنے مشن کی تکمیل کے بعد عرب ممالک کی طرف واپس آئے ۔ یہاں بڑے بڑے علما و اُدبا اور ماہرین لغتِ عرب سے ملاقات کی اور باھم مضبوط علمی تعلقات اور فکری رشتے استوار کیے ۔ انھوں نے علامہ کے علمی بحرِ بے کراں سے خوب استفادہ کیا ۔ آستانہ (ترکیہ) سے واپس آتے ھوئے حلب سے گزرے ۔ وھاں ان کی ملاقات کے لئے مشہور ادیب و محقق راغب الطباخ آئے ۔ انھوں نے ابن العدیم کی کتاب " بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب " کے مخطوطات کی دست یابی کے بارے میں دریافت کیا ۔ ایک نسخہ و التجا کا جواب علامہ کے توشۂ سفر میں موجود تھا ۔ پھر عازم دمشق ھوئے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دمشق میں جانے کے لیے اپنے استاد اعزّالدین تنوخی کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ ان کی معیت میں شاعر احمد الصافی النجفی سے ملاقات کی جائے اور کتاب الورقۃ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں یہ کتاب محمد بن داؤد الجراح کی تالیف ہے اور اس کا مخطوطہ ان کے ذخیرۂ کتب میں محفوظ تھا ۔ علامہ میمنی کہتے ہیں کہ وہ مخطوطہ اُن کے پاس بہترین خط میں اور بہترین کاغذ پر لکھا ہوا مل گیا ۔ اس میں پینسٹھ (٦٥) شعرا کے تراجم درج تھے ۔ احمد الصافی النجفی کے ذخیرۂ کتب سے علامہ کو ایک اور مخطوطہ " کتاب غریب حدیث رسول اللہ " ملا ۔ یہ قاسم بن ثابت کی تالیف ہے ۔ (مخطوطہ نمبر ۱۵۲۹، دار الکتب الظاہرۃ) علامہ نے اپنے قلم سے اس مخطوطے کے سرورق پر لکھا ۔

" دلائل کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ قاسم بن ثابت کی تالیف ہے ۔ "

یہ الفاظ ۱۹۳۶ء کے تحریر کردہ ہیں ۔ اس وقت علامہ میمنی اپنے علم و فن کے نقطۂ عروج کو پہنچ چکے تھے اور انکی حیثیت منارۂ علم کی تھی ۔ لغتِ عربی کے علما و اُدبا اور ماہرین نے مخطوطات کی ایڈیٹنگ کے سلسلے میں ان کے مقام و منزلت کا اعتراف کر لیا تھا ۔ یہ تو ان کی بیرونی دُنیا میں شہرت اور ناموری کا عالم تھا ۔ خود برصغیر پاک وہند میں جب عربی زبان سے متعلق بات ہوتی تو متفقہ طور پر علامہ میمنی اور اِن کی گراں قدر علمی و ادبی خدمات و مؤلفات کا ذکر کیا جاتا ۔

علامہ عبدالعزیز میمنی اور استاد احمد امین کے درمیان گہرے مراسم تھے ۔ اِن کی نگرانی میں لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر نے علامہ میمنی کی کتاب " الطرائف الادبیۃ " شائع کی ۔ یہ کتاب عربی اشعار کا مجموعہ ہے جو دوحصّوں پر مشتمل ہے ۔ پہلے حصّے میں دیوان الافوہ الاودی و دیوان الشنفری الازدی اور مزید نو قصائد شامل ہیں ۔ دوسرے حصّے میں دیوان ابراہیم بن العباس الصولی اور عبدالقاہر جرجانی کا متنبی، بحتری اور ابوتمام طائی کے اشعار کا انتخاب شامل ہے ۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے دیوانِ افوہ اودی دس دن سے بھی کم مدت میں مکمل کر لیا تھا ۔ یہ قلمی نسخہ آپ کو دارالکتب المصریہ سے ملا تھا اور علامہ شنقیطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا ۔ دیوان شنفری ازدی انھوں نے ۲۹ ، ربیع الاول ۱۳۵۵ ھ (۱۹۳۶ء) تک مکمل کر لیا تھا ۔ یہ نسخہ خسرو پاشا کے کتب خانے سے ملا تھا جو ترکیہ میں کتبخانہ جامع ابوایوب انصاری کے پہلو میں ہے ۔ رائیۃ الشنفری کا اکثر حصہ ایک بڑی کتاب سے مل گیا تھا جو دارالکتب المصریہ میں موجود تھی ۔ اسی طرح نو قصائد بھی نہایت تیزی کے ساتھ ایڈٹ کر لیے تھے ۔

ابراھیم بن العباس صولی کے دیوان کا ایک نسخہ استنبول میں وھبی آفندی بغدادی کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ۔ لیکن متنبیؔ، بحتری اور ابوتمام کے اشعار کا قلمی مجموعہ کتبخانہ حبیب الرحمن شروانی (حبیب گنج بھارت) سے دست یاب ھوا تھا ۔ اس کتب خانے کے علمی سرمایہ سے علامہ اچھی طرح واقف تھے ۔ اپنی کتاب " زیادات دیوان شعر المتنبیؔ" کے مقدمے میں اس علمی خزانے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔ علامہ میمنی نے اس کتاب کے تمام حصوں کی تاریخِ تحریر و کتابت اور طباعت کا مفصل تذکرہ کیا ہے ۔ وہ قاری کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے تمام لمحاتِ زندگی کو علم و فن کی خدمت میں صرف کیا اور تمام مراحلِ حیات میں کامیاب وکامران رہے ۔

جو شخص علامہ میمنی کے علمی کارناموں کا گہری نظر سے جائزہ لے گا اُس کے سامنے ان کی دو خوبیاں بہت نمایاں ہوں گی ۔

ایک یہ کہ ان کو عربی ادب کے قدیم ذخیرے سے بے پناہ محبت ہے ۔ دورِحاضر کا چیلنج سمجھ کر یہ اس کی حفاظت میں مصروف ہیں ۔ اس زبان کی شان و شوکت کو دوبالا کرنے کے لیے ان کے اندر غیرت و حمیت کا بے پناہ جذبہ موجزن ہے ۔ وہ اپنے جنون وعشق میں ادب کی بلندیوں پر محوِ پرواز ہیں ۔ مگر اِن ادبی جواھر پاروں کی قدر و قیمت کے پیشِ نظر وہ کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نااہل کو اپنے علمی معارف سے آگاہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ اس لیے اپنی تحریروں میں فخریہ طور پر ایسے غریب و مشکل الفاظ اور جملے استعمال کرتے تھے ، جسے ایک کم علم اور پست ذوق عالم و ادیب جلد سمجھ نہیں سکتا تھا ۔ان کی تحریروں کو سمجھنے کے لیے علم و ادب کی اونچی پرواز کی ضرورت ہے ۔ دوسری خوبی ان میں یہ تھی کہ عربی ادب کے قدیم سرمائے کی نشر و اشاعت کا شوق ان میں بہت زیادہ تھا ۔ وہ نئی نسل تک اس سرمائے کو منتقل کرنا اپنا علمی فرض سمجھتے تھے ۔ نئی نسل میں اس سرمائے کو متعارف کرانے کے لیے اپنی تحریروں کو خوبصورت تشبیہات اور بہترین استعارات سے آراستہ کرتے تھے ۔ کبھی لکھتے کہ :

> " یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کو سونے اور
> چاندی کے پانی کی روشنائی سے حسین نازنینوں
> کے گلابی رخساروں پر لکھا جائے ۔"

کبھی لکھتے کہ :

> " یہ کتاب اس مرتبہ و مقام کی حامل ہے
> کہ ادب کے شیدائی اس طرف ہمہ تن متوجہ ہوجائیں
> اور اس کو اپنے مطالعہ اور فکر و نظر کے لیے
> منتخب کریں ۔"

شیخ محمد جاسر نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ علامہ میمنی نے عرام بن اصبغ سلمی اعرابی کا رسالہ " اسماء جبال تہامۃ و سکانھا و ما فیھا من القری[1] " اپنی تحقیق وتعارف کے ساتھ اورینٹل کالج لاہور کے میگزین میں شائع کیا تھا ۔ اس رسالے کا ایک خطی نسخہ آپ کو حیدرآباد سے ملا تھا ۔ جناب عبد السلام ھاروں نے یہ رسالہ بعد میں دو دفعہ (۱۳۷۲ ھ اور ۱۳۷۵ ھ میں) شائع کیا ۔ مگر وہ اس کی پہلی اشاعت میں یہ ذکر کرنا بھول گئے کہ علامہ میمنی اس رسالے کے اولین ناشر ہیں ۔ بعد میں جب ان کو اس طرف توجہ دلائی گئی تو دوسری اشاعت میں انھوں نے علامہ میمنی کا ذکر کیا ۔ [29]

---

[29] المجمع العلمی العربی ۲۷ : ۵۲۲ ـ ۵۲۳
۲۸۵ : ۳۹۶ ـ ۴۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر شاکر الفحام اپنے پُرمغز مقالے میں علامہ میمنی کے ذکر میں اپنے استاد ومربّی ابوقیس عزالدین تنوخی کا تذکرہ معذرت کے ساتھ کرتے ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہم نے مدرسۂ ثانویہ میں علامہ تنوخی سے تین سال (۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک) نصابی کتابیں پڑھیں ۔ اس دورِ طالب علمی میں ان کی شخصیت ہمارے لیے طمانیت قلب اور تسکین روح کا باعث تھی ۔ اب بھی ان کی یاد ہمارے دلوں میں تازہ ہے ۔ وہ تعلیمی میدان میں ہماری حوصلہ افزائی کرتے اور ہمارے ارادوں اور ولولوں کو بڑھاتے تھے ۔ ہمارا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے اور عربی ادب کی میراث کے خزانوں کے بند دروازے کھول دیتے ۔ ہمیں گلستانِ کتب کی سیر کراتے ۔ ان کے اندر جو علمی خزانے جمع ہیں ، ان سے متعارف کراتے ۔ افسوس ! فرانسیسیوں نے ہمیں حمص شہر کی عظیم عوامی لائبریری کے مطالعہ سے محروم کر دیا تھا ، جس سے ہم بہت مانوس تھے اور جہاں سے علم کے پھول چُن کر لاتے تھے ۔ (بعد میں ہمیں ایک چھوٹی لائبریری پر اکتفا کرنا پڑا) ہم اس عظیم لائبریری میں بیٹھ کر علوم کے چشموں سے پانی پیتے تھے ۔ جہالت و محرومی کی جگرسوز تپش سے بھاگ کر اس کے ٹھنڈے سائیوں میں پناہ لیتے تھے ۔ میں اپنے استادِ گرامی کی اُن قیمتی اور بلند پایہ تعلیقات کو جن سے وہ کتابوں کو مزّین کرتے تھے ، نہ بھولا ہوں ، نہ بھول سکوں گا ۔ وہ مطبوعہ کتابوں کی ادبی و خطی اغلاط سے ہمیں آگاہ فرماتے تھے ۔ مثلاً انھوں نے جاحظ کی کتاب الحیوان کے ایک ایڈیشن کی اغلاط پر گرفت کی ۔

ڈاکٹر شاکر الفحام اپنے ایک مطالعاتی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ کتاب و فیات الاعیان کے ایک قدیم ایڈیشن کا مطالعہ کر رہے تھے اور اس پر اپنے استادِگرامی کی لکھی ہوئی تعلیقات بڑے غور سے پڑھ رہے تھے۔ انھیں عبداللہ بن المقفّع کے حالاتِ زندگی کی ضرورت تھی اور اس سلسلے میں وہ فہرست الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے ۔ فہرست میں جس مقام پر عبداللہ بن المقفع کا نام آنا متوقع تھا ، وہاں حاشیے پر میرے استادِگرامی نے لکھا کہ ابن خلکان نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبداللہ بن المقفع کا الگ ترجمہ نہیں لکھا ۔ بلکہ اسے علاج ابو مغیث حسین بن منصور کے ترجمے کے آخر میں درج کر دیا ہے ۔ اس پر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ میرے استادمحترم نے مجھے بے کار محنت و مشقت اور پریشانی سے بچالیا ہے اور بغیر کسی کلفت کے مجھے صحیح راہ پر ڈال دیا ہے ۔

ہمارے استاد گرامی ہمارے سامنے بڑے بڑے علما و اُدبا اور ماہرین لغتِ عرب کا ذکر کرتے رہتے تھے ۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنے دوست علامہ عبدالعزیز میمنی کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا اور کہا کہ اللہ تعالی نے ان کو علم و تحقیق کے میدان میں بہت سے احسانات سے بہرہ ور کیا ہے ۔ وہ ایسے شیریں پیرایۂ بیان میں علامہ میمنی کا تذکرہ کرتے اور ان کی یکتائے روزگار علمی کتابوں " ابوالعلاء و ماله و ماالیه " اور " سمط اللآلی " اور ان پر ان کی پیش قیمت تحقیقات کا ذکر فرماتے کہ ہم یوں محسوس کرتے کہ علامہ میمنی کو قریب سے جانتے ہیں اور ان سے مزید استفادہ کے طالب ہیں ۔

جب علامہ میمنی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے سربراہ مقرر ہوئے تو اس دوران آپ نے اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ دیوانِ سحیم عبدبنی الحسحاس نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع کیا ۔ اس کا مسودہ طویل عرصے تک مطبعہ دارالکتب المصریہ میں پڑا رہا ۔ طباعت کے پیچیدہ مراحل کے بارے میں علامہ میمنی ہمیشہ شکوہ کناں رہے ۔ اس کے مختلف المیوں سے ان کو بارہا دو چار ہوتا پڑا ۔ انھوں نے اس دیوان کا نسخہ عوامی کتب خانہ استنبول سے اپنے علمی سفر کے دوران ۱۹۳۶ ء میں حاصل کیا تھا ۔ انھوں نے اس دیوان میں متعدد روایات اور تحقیقات کا اضافہ کر دیا تھا تاکہ کتاب کی قدر و قیمت دوچند ہو جائے ۔ ؁۳۰

اس کے بعد انھوں نے دیوان حمید بن ثور ہلالی پر تحقیق کی ۔ اس میں ابو داؤد ایادی کا دالیہ قصیدہ بھی شامل تھا ۔ یہ دارالکتب سے شائع ہوا ۔ علامہ نے حمید کے تین قصائد کی

؁۳۰ دیوانِ سحیم : ۸۰۷

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصحیح کی اور دیگر شعری مجموعوں میں جو حمیدکےمتفرق اشعار تھے ان کو یکجا کر کے دیوانِ حمید میں شامل کر دیا تاکہ یہ جامع المحاسن شعری مجموعہ بن جائے ۔ یہ تمام کام انھوں نے علیگڑھ میں ۱۹۳۷ — ۱۹۳۸ میں مکمل کیا ۔ [۳۱]

علامہ میمنی کے لیے ایک جگہ بیٹھ کر زندگی گزارنا محالات میں سے تھا ۔ وہ ایک متحرک شخصیت تھے ۔ انھوں نے ہندوستان کی سکونت ترک کرکے پاکستان کی راہ لی اور کراچی میں مقیم ہوگئے ۔ کراچی میں وہ صدر شعبۂ عربی مقرّر ہوئے ۔اس کے علاوہ کئی اور علمی مناصب و مراتب پر فائز ہوئے ۔ مثلاً انھیں تحقیقاتِ اسلامی کا ڈائریکٹر بنایا گیا ۔ لیکن وہ اپنے کام اور مشن میں مصروف رھے ۔ عربی زبان کی اشاعت و ترویج ان کا مقصدِ حیات تھا ۔ نئے نئے مخطوطات کی دریافت اور ان پر تحقیق کی خوشخبریوں سے اہلِ ادب و علم کو نوازتے رھے ۔

اس زمانے میں انھوں نے اپنی تحقیق کردہ کتاب "الفاضل" دارالکتب مصر سے ۱۹۵۶ء میں طبع کرائی ۔ یہ کتاب ابوالعباس مبرّد کی تالیف ھے ۔ علامہ نے اس کا مصور نسخہ استنبول سے حاصل کیا تھا ۔ یہ نسخہ انھوں نے دوبارہ اپنے گھر بیٹھ کر مکمل کیا اور ۱۹۳۸ء میں اپنی تحقیقات سے آراستہ کیا ۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ھیں الفاضل ہر لحاظ سے الکامل سے مشابہ ھے ۔ گویا یہ کامل صغیر ھے ۔ انھوں نے سفارش کی کہ یہ کتاب نصاب درس میں شامل ہونی چاہیئے ۔ یہ مبرّد کی تیسری کتاب ھے جو اس عاجز (عبدالعزیز)کے ہاتھوں دوبارہ زندہ ہوئی ۔ [۳۲]

علامہ میمنی کی پرسنل فائل میں جو دمشق اکیڈیمی میں موجود ھے ، ان کا ایک تحریر کردہ جملہ ھے جس سے اشارہ ملتا ھے کہ وہ ۱۹۵۶ء میں دمشق آنا چاہتے تھے ۔ اس وقت عرب جمہوریتوں کی سیاسی فضا خوشگوار تھی ۔ جمال عبدالناصر نے نہر سویز کو قومی تحویل میں لے لیا تھا اور یہ استعمار پر

---

[۳۱] دیوانِ حمید ۔ نور ھلالی ۔ ۱۲۶

[۳۲] کتاب الفاضل ۔ ۱۲۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک کاری ضرب تھی ۔ علامہ میمنی نے دوبارہ مجلۃ دمشق اکیڈیمی میں اپنی ادبی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اس میں ان کا مقالہ "جلاءالعروس" شائع ہوا، جس میں قصیدۃ العروس کے ادبی محاسن کا ذکر کیاگیا تھا۔ یہ ان نوقصائد میں سے ایک تھا، جو انھوں نے اپنی کتاب "الطرائف الادبیۃ" میں شامل کرکے ۱۹۳۷ء میں شائع کیاتھا۔ اس میں وہ ادیب معصومی کے مقالے کی تردید بھی کرتے ہیں ۔ پھر شاعر ابن ابی حصینۃ کے نام کی مکمل تصحیح کی ۔ انھوں نے یہ مقالہ کراچی سے بھیجا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ۱۹۵۸ء میں علامہ میمنی دمشق تشریف لے گئے ۔ ڈاکٹر شاکر الفحام کے استادگرامی نے ایک مقالہ لکھا جس میں عبدالعزیز میمنی کے بارے میں عربی مخطوطات سے متعلق بہت باتوں کا ذکر کیا۔ اس وقت علامہ میمنی کی عمر ستر برس کی تھی ۔ اسکے کچھ عرصہ بعد پھر علامہ میمنی نے اپنا ایک اور مقالہ کراچی سے دمشق روانہ کیا، جس میں انھوں نے ایک کتاب " الافصاح عن ابیات مشکلۃ الایضاح للفارقی " کی نسبت کے بارے میں تحقیق کی تھی ۔

دمشق اکیڈیمی نے ابن عنین محمد بن نصر الانصاری الدمشقی (۵۴۹ ھ — ۶۳۰ ھ) کا دیوان استاد خلیل مردم بک کی تحقیق و تحشیہ کے ساتھ شائع کیا تھا ۔ استاد خلیل نے آٹھ نسخوں کا باھمی مقابلہ کیا تھا ۔ مگر علامہ میمنی کے دیوان ابن عنین کا نواں خطی نسخہ سیّد مظفر حسین (کراچی) کے ہاں سے مل گیا ۔ انھوں نے اس نسخے پر اپنا مقالہ سپردِقلم کیا ۔ اس پر کئی اضافے کیے اور اسے مجلۃ اکیڈیمی دمشق میں شائع کیا ۔ بعد میں یہ مقالہ اکیڈیمی کی طرف سے الگ کتابی صورت میں بھی شائع ہوا ۔

علامہ ۱۹۶۰ء میں دمشق تشریف لے گئے تھے ۔ انھیں شام کی وزارتِ ثقافت کی طرف سے مدعو کیا گیا تھا تاکہ وزارتِ ثقافت عربی مخطوطات کے بارے میں ان کی معلومات و تجربات سے استفادہ کر سکے اور معلوم کرے کہ کون کون سے مخطوطات اشاعت کے زیادہ مستحق ہیں ۔ علامہ میمنی کی دمشق میں اقامت علما اور ادبا کے لیے ایک خوشگوار موقع تھا کہ وہ دنیائے ادب کے اس عظیم عالم سے علمی روابط قائم کریں ۔ وہ آپ کی مجلس میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاطر ہوتے اور آپ کے بے پایاں علم و تجربہ سے مستفید ہوتے۔ علامہ نے اس وقت تین مقالات لکھے، جن میں نادر مخطوطات کی تفصیل پیش کی، اور یہ تمام مقالات اکیڈیمی، دمشق کے مجلہ میں شائع ہوئے ۔ ان میں سے ایک مخطوطے میں " تحفۃ المجد الصریح فی شرح الکتاب الفصیح " کا ذکر کیا ہے — اسے انہوں نے ۱۹۳۵ء میں دار الکتب مصر سے شنقیطی کے مخطوطے سے نقل کیا تھا ، پھر " العباب الزاخر " کے مخطوطے سے آگاہ کیا ۔ یہ علامہ صغانی کی تالیف ہے ۔ ابو الطیب اللغوی کی کتاب الآبدال کو بھی انہوں نے بڑی اہمیت دی ہے ، جس کی تحقیق عزّ الدین تنوخی نے کی ہے ۔ علامہ نے ان تینوں مقالوں کے اختتام میں مدتِ تحریر ۱۸ — ۲۹ جولائی ۱۹۶۰ء لکھی ہے۔ علامہ ممدوح العباب الزاخر کی اشاعت پر بہت زور دیتے تھے ۔

ایک مقالہ بعنوان "طررعلیٰ معجم الادباء" لکھا اور شائع ہوا ، جس میں محقق مارگولیوتھ کی فرو گزاشتوں کی نشاندھی کی گئی ہے جو ۱۹۰۷ء میں معجم الادبا کی تحقیق کے دوران ان سے ہوئیں ۔ علامہ نے مارگولیوتھ کی تحقیق کو تشنہ اور نامکمل بتایا اور کہا کہ اس میں ابھی مزید تحقیق و وضاحت کی ضرورت ہے ۔ مگر وہ یہ مقالہ پوری طرح مکمل نہ کر پائے ۔

علامہ میمنی کے پاس کوئی صاحب ذوق مشورہ لینے کے لیے آتا تو اسے نہایت خلوص سے اپنے مفید مشوروں سے نوازتے۔ شام کی وزارت ثقافت کے جنرل سیکرٹری نے مخطوطات کے بارے میں ان سے جو سوالات کیے تھے ، ان کا انہوں نے مفصل جواب کتابی شکل میں ۲۲ ، نومبر ۱۹۶۰ء کو بہادر آباد کراچی سے شائع کیا ۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اہل ہند گزشتہ دور میں علوم لغت کی طرف بہت کم متوجہ ہوئے ۔ اہل ہند سے علامہ صاغانی اور سیّد مرتضی زبیدی بلگرامی جیسے لوگوں نے عربی علوم ولغت پر جو کتابیں تالیف کی ہیں ، وہ انہوں نے عرب ممالک میں آنے کے بعد تحریر کیں ۔ انہوں نے ان عربی مخطوطات کے بارے میں بتایا جو ہندوستان میں متفرق مقامات پر موجود ہیں ۔ مثلاً رام پور ، بانکی پور ، حیدرآباد ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ اور بمبئی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستان میں مخطوطات کی موجودگی کے متعلق لکھا کہ یہاں بہت کم مخطوطات ہیں ـ انھوں نے کراچی اور میر پور (سندھ) کے کتب خانوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں مجھے صرف ابن الساعاتی کے دیوان کا ایک خطی نسخہ ملا ہے ـ علامہ میمنی کو عربی مخطوطات کے متعلق اس قدر معلومات اور معرفت حاصل تھی کہ وہ اس بارے میں سند کا درجہ رکھتے تھے اور یہ بات باعث حیرت سمجھی جاتی اگر علامہ میمنی کی نظروں سے کوئی اہم مخطوطہ اوجھل ہوتا ـ جیسا کہ استاد محمد الجاسر اس وقت حیرت میں پڑگئے ، جب وہ ایک مخطوطہ " نوادر الھجری) کے متعلق کچھ بتا رہے تھے ، اور وہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں موجود تھا ـ وہ کہتے ہیں کہ یہ مخطوطہ محققین ہند کی نظروں سے کیونکر مخفی رہا ، جب کہ یہاں علامہ میمنی اور استاد سالم کرنکوی جیسے اصحاب علم و معرفت موجود ہیں ـ ۳۳

علامہ میمنی نے ابو تمام طائی کی کتاب " الوحشیات " پر تحقیق کی اور اسے دار المعارف مصر نے ۱۹۶۳ء میں شائع کیا ـ یہ اس کی مطبوعات ذخائر العرب کے سلسلے کی تینتیسویں (۳۳) کڑی تھی ـ اس کتاب کا اصل مخطوطہ کتب خانہ سلطان احمد ثالث (نوب قبوسرای) استنبول میں محفوظ تھا اور اس کا ایک مصور نسخہ دار الکتب مصر میں بھی تھا ـ علامہ میمنی نے اس کتاب پر ۱۹۴۰ء میں تحقیق مکمل کی تھی ، جب کہ وہ علی گڑھ میں مقیم تھے ـ اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ اس وقت ہوا ، جب ڈاکٹر شاکر الفحام کے استاد محمود محمد شاکر نے اس کے حواشی زیادہ پھیلا کر تحریر کیے ـ بعد ازاں علامہ میمنی نے دو اور کتابوں پر تحقیقی کام کیا ـ وہ ہیں کتاب المنصوص و المدوّر للفراء ـ اور التنبیہات (لعلی بن حمزہ بصری) ان دونوں کتابوں کو اکٹھا کر دیا گیا اور یہ مجموعہ بھی دار المعارف مصر سے شائع ہوا ـ مجموعہ ذخائر العرب کے سلسلے کی یہ اکتالیسویں کڑی تھی ـ

---

۳۳ مجلہ المجمع : ع ۳۷ : ۱۰۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ میمنی بتاتے ہیں کہ کتاب المنقوص والممدود ایک مجموعۂ رسائل میں شامل تھی اور یہ جامع بمبئی کے کتب خانے سے دستیاب ہوئی ۔ اسی مجموعے کی ایک کتاب ماتلحن فیہ العوام للکسائی تھا ۔ وہ بھی علامہ میمنی کی تحقیق سے مطبعۂ سلفیہ نے شائع کی ۔ اس میں لکھتے ہیں کہ ارادہ تو کتاب الفراء کے شائع کرنے کا بھی تھا ، مگر حالات اور بعض مجبوریاں اس راہ میں حائل ہوگئیں ۔ مقدمۂ کتاب کے اختتام میں طباعت کے مشکل اور پریشان کن مراحل کا درد بھرے لہجے میں ذکر کرتے ہیں ۔ مخطوطے کو اغلاط اور تصحیفات سے صاف کرنا بہت مشکل کام ہے ۔ پھر تحقیقی نوٹس لکھنا مزید نازک مسئلہ ہے ۔ بعد ازاں طباعت کی دشوار گزارگھاٹی سے گزرنا ، ایک کڑے امتحان کی حیثیت رکھتا ہے ۔ مگر وہ ارادے کے پکے تھے اور عربی ادب کے سرمائے کو محفوظ کرنا ان کی زندگی کا اہم مقصد تھا ، اس لیے صبر و تحمل سے دشوار گزار گھاٹیوں سے گزر جاتے بقول شاعر :

ــــہ لارانی اللہ أرعی روضۃ
سھلۃ الاکناف من شاء رعاھا

انھوں نے اپنے آپ کو مخطوطات کی تحقیق و تدقیق کا عادی بنا رکھا تھا اور اپنی طبعیت پر جبر کر کے بھی کام جاری رکھتے تھے ۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے میرے ملک کے علمی آثار ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں یہ مشقت اورتکلیف بالکل نہ اٹھاتا ۔

" کتاب التنبیہات علی اغالیط الرواۃ " بھی علامہ میمنی کی تحقیقات عالیہ کا ایک درخشاں نشان ہے ۔ اس کتاب کی تحقیق و تنقیح کے سلسلے میں انھوں نے دار الکتب المصریہ کے ایک مخطوطے پر اعتماد کیا تھا ۔ جب اس کتاب پر نظر ڈالی تو ان کی قلمی صلاحیتوں کو نمایاں کرنے کے سلسلے کا موضوعات کتاب میں بہت سا علمی مواد ہاتھ لگا ۔ علامہ نے اس کتاب کی تحقیق میں آسمانِ علم و ادب تک پرواز کی ۔ ادب و لغت کے شہسواروں سے خوب مقابلہ آرائی ہوئی ۔ ان کے اقوال وآراء کا باہمی مقابلہ و موازنہ کیا ۔ پھر علمی دلائل و براہین سے ترجیحات کا تعین کیا ۔ اس کتاب پر تعلیقات کی روشنی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھا جائے تو میمنی ایک عظیم عالم ، قادر الکلام محقق اور کتب اصول ادب کے محیط و محافظ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ انہیں ادب عربی کے ورثے کا وارث ٹھہرایا جائے گا ۔ وہ مخطوطات کے سب سے بڑے عالم اور شناور ہیں ۔ رمز شناس ادائے ادب ہیں ، علوم عربی کی بلندیوں پر فائز ہیں ۔ یہ شعر فلاں شاعر کا ہے اور یہ مقولہ فلاں شخص کا ہے ،ان کے سامنے قدیم شعرا و ادبا صف بستہ کھڑے دکھائی دیتے ہیں اور وہ ہر ایک کی ادا سے واقف اور ہر ایک کے قول سے شناسا ہیں ۔ وہ ذخیرۂ اشعار کے راویوں کی لغزشوں سے بھی آگاہ ہیں اور ان کی صحتِ روایت سے بھی باخبر ہیں ۔ کتاب کے حواشی و تعلیقات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ قاری ایک ماہرِ فن سے محوِکلام ہے ۔ کتاب کا اختتام غریب اللغۃ پر کیا ہے اور تالیف کتاب میں ابو القاسم علی بن حمزہ نے جن ماخذوں سے استفادہ کیا ہے ان کی نشاندہی کی ہے ۔ کتاب کی تصحیح اور تعلیق کا کام ۱۹۳۹ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔ ۱۹۵۲ء تک یہ کتاب مکمل طور پر طباعت کے لیے تیار ہوچکی تھی ۔ لیکن تقدیر کا فیصلہ ۱۹۶۷ء میں اشاعت تھا ۔ علامہ میمنی بھی اس تحقیق کو ایک مثالی کام قرار دیتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کتاب میں میری محنت انتہا کو پہنچ گئی اور یہ محنت صرف تحقیق اور قدیم نصوص کے احیا کے لیے نہ تھی ، بلکہ اساطین علم و ادب اور ان کے اقوال و آرا سے بھی خوب معرکہ آرائی ہوئی اور پھر انہی کے طریقِ کلام و احتجاج کو اپنایا ۔

ان کی تالیفات و مقالات میں سے نشر ہونے والا آخری مقالہ " من نسب الی امہ من الشعراء " ہے ۔ اسے ان کے وفا شعار شاگرد ڈاکٹر سید محمد یوسف نے نقل کیا تھا ۔ یہ مقالہ اس بنڈل میں تھا جو علامہ میمنی نے ان کو بھیجا تھا ۔

علامہ میمنی حسبِ استطاعت زندگی بھر اپنی متعین کردہ راہوں پر چلتے رہے اور دمشق کی عربی اکیڈیمی کے ساتھ ان کا ہمیشہ تعلق رہا ۔ اس اکیڈیمی کی طرف سے یہ مضمون ان کی خدمت میں یہ بطور ہدیۂ خلوص پیش کیا جاتا ہے ۔ یہ ذکرِ جمیل ان سے محبت کی علامت ہے ۔ انھوں نے صبح تین بجے بروز جمعہ ۲۸ ، اکتوبر ۱۹۷۸ء /

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بمطابق ۲۶ ، ذیقعدہ ۱۳۹۸ ھجری کو کراچی میں اپنی بیٹی کے گھر وفات پائی ۔ اس وقت ان کی عمر نوّے (۹۰) برس کو پہنچ چکی تھی ۔

وإنّ إمرأً قد سار تسعین حجّة
الی منہل من وردہ لقریب

ابوعمر المیمنی پاکیزگئ قلب و روح کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے ۔

ڈاکٹر شاکر الفحام لکھتے ہیں کہ علامہ میمنی سے میری ملاقات نہیں ہوئی کہ میں انکے بارے میں براہ راست اپنے مشاہدات و تاثرات بیان کر سکوں ۔ میں ان کو اُن کی کتابوں اور تحقیقی مقالوں کے ذریعے سے جانتا ہوں ۔ یا پھر ان احباب و اخوان کے واسطے سے جنہوں نے علامہ کو قریب سے دیکھا اور دمشق و قاہرہ کی محفلوں میں ان کے شریک رہے ۔ ان سے جو معلوم ہوا وہ یہ کہ علامہ ایک رعب دار شخصیت کے مالک تھے ۔ جو شخص ان سے مانوس ہوجاتا اس سے محبت کرتے ۔ کھانا کم کھاتے ۔ مختصر اور سادہ سا ھندی لباس زیب تن کرتے ۔ سیر اور جسمانی ورزش کرنا پسند کرتے ۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنے کے شوقین تھے ۔ دمشق سے انھیں بڑی محبت تھی ۔ صرف لفظ " ربوہ " (چوٹی) نہیں بولتے تھے بلکہ اس کی صفات کے ساتھ " ربوۃ ذات قرار و معین " کہتے تھے ۔ اپنے احباب کے ساتھ دمشق کے کسی قہوہ خانہ میں بیٹھتے تو اس کے حسین مناظر سے خوب لطف اندوز ہوتے اور معمولی تصرف کے ساتھ حمیدہ کا شعر گنگناتے تاکہ معنوی مناسبت قائم رہے ۔

شیوخ دمشق و شبانہا
أحب إلی من الغالیہ

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا علامہ میمنی اپنی معلومات کے خزانے کسی نحسر مستحق پر ظاہر نہیں کرتے تھے ، اس لیے کہ اس قسم کے لوگ ان کی محنت و مشقت حھسن لیتے اور اشارے کنائے سے بھی کبھی ان کا ذکر نہ کرتے ۔ نہ ان کی کتاب کا حوالہ دیتے ۔ لہذا وہ اپنے علمی اسرار کو سربستہ رکھتے اور یہ ان کی عادت بن چکی تھی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر سید محمد یوسف نے بھی اپنے مقالہ " عبدالعزیز المیمنی کما عُرفتهُ " میں ان کے سوانح حیات قلم بند کیے ہیں اور ان کے ادبی کارناموں کو بیان کیا ہے ۔ عربی ادب کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں ان کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ عبدالعزیز نے عمرعزیز اس کام میں صرف کردی ۔ علیه الرحمة والغفران ۔

ے مضیٰ طاهر الاثواب ، لم تبق روضة
غداة ثویٰ الا اشتهت انها قبرُ

علامہ عبدالعزیز میمنی کا سوانحی خاکہ

مقام پیدائش :	راجکوٹ ۔ کاٹھیاوار
سن پیدائش :	۱۸۸۸ء
تاریخ وفات :	۲۸ ، اکتوبر ۱۹۷۹ء
مقام وفات :	کراچی
تحصیلِ علم کے مراکز :	جوناگڑھ ، دھلی ، لکھنو رام پور ۔
مشہور اساتذہ کرام :	حسین بن محسن الانصاری ، شمس العلما نذیر احمد ، محمد بشیر سهسوانی ، محمد طیب مکی ،
سرکاری تعلیمی اسناد :	منشی فاضل ۔ مولوی فاضل
تعلیمی خدمات :	مشن کالج ، پشاور ، اورنٹیل کالج ، لاهور ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۔ کراچی یونیورسٹی ۔ ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد
رحلاتِ علمیه :	حبیب گنج ، هند ۔ میرپور ۔ سندھ ۔ کلکتہ ۔ بمبئی ۔ شام ۔ عراق ۔ مصر ۔ استنبول ۔ تیونس

کتابیں جو ان کی شرح و حواشی اور تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع ہوئیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابو العلاء ، ماله و ماليه ـ
رسالة الملائكة (ابو العلاء) ـ
رسالة الغفران و رسالة الطير ـ
فائت شعر ابی العلاء ـ
خزانة الادب (میں محب الدین خطیب سے تعاون) ـ
سمط اللآلی ـ
فهارس سمط اللآلی ـ
اقلید الخزانة ـ
دیوان ابن رشیق ـ
زیادات علی دیوان المتنبی ـ
الطرائف الادبية (عبد القاهر جرجانی) ـ
الوحشیات (ابوتمام طائی)
دیوان حمید بن ثور هلالی ـ
الفاضل (مبرد) ـ
ما اتفق لفظه و اختلف معناه من القرآن المجید (مبرد) ـ
التنبیهات علی اغالیط الرواة (علی بن حمزه) ـ
تصحیح بعض اجزاء لسان العرب (ابن منظور) ـ
بعض طبع زاد و تخلیقی قصائد ـ
ثلاث رسائل ـ
كلا و ما جاء منها فی كتاب الله (احمد بن فارس) ـ
المستجاد من فعلات الاجواد ـ
الفرج بعد الشدة ـ
اعلام الكلام ـ
طبقات الشعراء ـ
مناقب بغداد ـ
المداخل ـ
تتمة اليتيمة ـ
اقدم كتاب فی العالم ـ
الفوائد الفرائد ـ
نسب عدنان و قحطان ـ
© rasailojaraid.com
دیوان اخوة آودی ـ

© rasailojaraid.com

دیوان الشنفری ازدی ـ
اسماء جبال تهامہ و سکانھا و مافیھا من القُریٰ ـ
دیوان سحیم العبد ـ
الافصاح عن ابیات مشکلۃ الایضاح للفارقی ـ
دیوان ابن عنین ـ
تحفۃ المجد الصریح فی شرح الکتاب الفصیح ـ
طرر علی معجم الادباء ـ
کتاب المنقوص و الممدود للفرّاء ـ
ماتلحن فیۃ العوام ـ
من نسب الی امۃ من الشعراء وغیرھا ـ

اگر ان کے وہ تمام مضامین جو متعدد عربی و اُردو مجلات میں شائع ہوئے اور وہ مقالات جو بعض مجالس میں پڑھے ، جمع کیے جائیں تو کئی ضخیم جلدیں بن جائیں ـ ان میں مشہور ماہنامے :

" معارف " اعظم گڑھ (ھند)
مجلۃ المجمع العلمی العربی ـ دمشق
مجلۃ اللغۃ العربیۃ ـ قاھرہ
مجلۃ الزہراء ـ قاھرہ
میگزین اورنٹیل کالج ـ لاھور
(میری تحریر کے) مصادر :
اس مضمون کے ماخذ یہ ھیں :

(۱) مجلۃ المجمع العلمی العربی ـ دمشق جنوری ۱۹۷۹ء
(۲) مجلۃ الجامعۃ السلفیۃ ـ بنارس (ھند)
(۳) تاریخ ادبیات پاک و ھند جلد دوم ـ
پنجاب یونیورسٹی ، لاھور

© rasailojaraid.com